مسلسل اشاعت کے 59 سال

ماہنامہ

الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

702
شعبان
۱۴۴۵ھ
فروری ۲۰۲۴

خصوصی شمارہ

بیاد

حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ حقانیؒ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر 59
شمارہ نمبر 05
شعبان ۱۴۴۵ھ
فروری ۲۰۲۴ء

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

بانی	باہتمام	نگران	مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	مولانا حامد الحق حقانی	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی
منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

فہرست مضامین

- نقش آغاز: مشفق و مہربان استاد حضرت مولانا قاری محمد عبداللہؒ کی جدائی...... مولانا راشد الحق ۲
- شعبان المعظم، فضائل و احکام .... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق ۱۳
- پیکرِ خلوص و فنائیت: مجسمۂ علم و عمل، مرقعِ قلم و کتاب........ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ۲۱
- قریبی دوست ورفیق وعالم دین کی جدائی .... حضرت مولانا قاضی فضل اللہ ۳۳
- اکابرین و علمائے دیوبند کے عقیدت مند .... مولانا عبدالحکیم اکبری ۳۴
- مولانا قاری عبداللہ حقانی بنویؒ کا فراق.................. مولانا عرفان الحق حقانی ۳۵
- قاری عبداللہ صاحب بھی چل بسے .... مولانا محمد اسرار مدنی ۳۷
- حضرت والد ماجدؒ: ایک جامع الصفات ہستی.................. مولانا عطاء اللہ شاہ ۳۸
- علم دوست و کتاب شناس شخصیت .... مولانا محمد اسلام حقانی ۵۰
- مولانا قاری عبداللہ صاحب کی جدائی .... مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی ۵۲
- درویش خدا مست: مولانا قاری محمد عبداللہ صاحبؒ .... مولانا انعام الرحمٰن شانگلوی ۵۳
- زندگی ہے موت کا ساماں تیرے جانے کے بعد............ مولانا محمد اورنگ زیب اعوان ۵۵
- مولانا قاری محمد عبد اللہ صاحب کی رحلت .... مولانا محمد یاسر عبداللہ ۵۷
- علم و عمل، اخلاص و للّٰہیت کے پیکر .... جناب ثاقب اقبال ۵۸
- مرد قلندر و مرد درویش .... مولانا انعام الحسن ۵۹
- دارالعلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۶۰
- تعارف و تبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۳

ماہنامہ ''الحق''، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ آفس فون نمبر: 630435 -923 92+
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com ------- موبائل نمبر: 03159898998 ۔ 0333-9167789
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk ------- فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/70 روپے۔ سالانہ -/800 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

مولانا راشد الحق سمیع

مشفق ومہربان استاد حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحبؒ کی جدائی

وہ مرد قلندر ہے نشاں اس کا خودی ہے
خوددار ہے ایسا کہ گماں اس کا خودی ہے

بدقسمت سرزمینِ پاکستان آئے روز علمی، روحانی اورعبقری رجال کار سے خالی ہوتی جارہی ہے، آسمان علم وعرفان کے کیسے کیسے آفتاب و ماہتاب بحرِفنا میں پے درپے غروب ہوتے جارہے ہیں جس سے تیرگی غم میں مزید اضافہ ہوتا جارہا ہے،انہی عظیم شخصیات میں سے ضلع بنوں سے تعلق رکھنے والے ترجمان علمائے دیوبند،نمونہ اسلاف،سابق سینیٹر، جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما استادمحترم ومکرم حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب بھی تھے جوطویل علالت کے بعد ۲۵/جنوری ۲۰۲۴ء کو ہمیں داغ مفارقت دے گئے (اناللہ وانا الیہ راجعون) ع اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخِ زیبا لے کر

حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحبؒ کی شخصیت مختلف اوصاف،کمالات اورخصوصیات کا مجموعہ تھی، آپ خلوص وللّٰہیت، عاجزی وانکساری، تواضع وتقویٰ کا پیکر مجسم تھے۔آپ دارالعلوم حقانیہ میں کافی عرصہ مدرس بھی رہے اور کچھ عرصہ جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ کی خطابت وامامت بھی کرتے رہے، آپ دومرتبہ مختصر عرصہ کے لئے رکن پارلیمنٹ (ممبرآف سینیٹ) بھی رہے لیکن ایسے درویش ممبر جس کی مثال ڈھونڈنے سے نہیں ملتی، آپ فقر وقناعت کی زندہ جاوید تصویر تھے۔کچھ عرصہ قبل آپ جامعہ تحسین القرآن نوشہرہ تشریف لائے تو آپ کی عیادت و ملاقات کے لئے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا،ضعف ونقاہت کے باوجودنورانی چہرہ تروتازہ اورمسکراہٹ سے بھرپور تھا،میرا خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کیا،ان کے مزاج کے مطابق علمی وادبی گفتگوشروع کی تو آپ کا چہرہ گلاب کی طرح کھل اٹھااورمختلف موضوعات پر بیماری کے باوجودتبادلہ خیال شروع کیا،علم وادب اور دارالعلوم حقانیہ کی نئی لائبریری کے قیام کے حوالے سے دیرتک گفتگوفرماتے رہے اورحضرت والد صاحب شہیدؒ کی شخصیت اوران کی علمی وادبی حیثیت پرخوبصورت انداز سے تذکرہ فرماتے رہے۔

آپ گلستان حقانیہ کے ایک قابل فخر فاضل اور جید عالم دین و سیاستدان تھے، کتابوں کے مطالعہ کا ذوق اورمصنفین سے آپ کا لگاؤ عشق کے درجے میں تھا، برصغیر کی علمی مارکیٹ میں آنے

والی ہر نئی علمی و تحقیقی کتاب چند ہی ایام میں آپ کی میز پر ہوتی اور مطالعہ کے بعد بڑھ چڑھ کراور لوگوں کو بھی اس کی طرف رغبت دلاتے، کتابوں کے پبلشرز سے ان کا خصوصی رابطہ رہتا وہ بھی انہیں ہر نئی آنے والی علمی و ادبی کتاب کی اشاعت سے آگاہ کرتے۔

آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ، امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ جیسے اکابر کے بہت بڑے مداح ، عاشق اور انتہائی عقیدت مند تھے، اسی طرح دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، ندوۃ العلماء کی علمی، تصنیفی اور تالیفی خدمات کے بھی بڑے معترف تھے اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ موتمر المصنفین ، ماہنامہ ''الحق''، حضرت مولانا محمد ابراہیم فانیؒ ، حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب اور مجھ ناچیز سے بھی بہت زیادہ محبت اور لگاؤ رکھتے تھے۔

ماہنامہ ''الحق'' اور راقم کے ساتھ بڑا گہرا تعلق اور رشتہ تھا، آپ ہر حوالے سے میری سرپرستی فرماتے رہے، آپ کے انتقال کے بعد میں بہت بڑے سرپرست اور دعا گو ہستی سے محروم ہوگیا ہوں۔ عم مکرم شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ جب اکوڑہ خٹک ''مکتوبات مشاہیر'' کی تقریب رونمائی کے سلسلے میں تشریف لائے تھے تو ہم سب لوگ حضرت والد صاحب شہیدؒ کے ہمراہ مردان کے مشہور مجاہد مولانا شاہ عبدالرحیم ولایتی شہیدؒ (سنگر باباجی) کے مزار پر گئے تھے، اس سفر میں حضرت قاری عبداللہ صاحبؒ بھی گاڑی میں تھے، الحق کی تحریرات کے حوالے سے باتوں باتوں میں آپ نے اس ناکارہ طالب علم کے بارے میں کلمات خیر فرمائے جو آپ کی محبت کا بین ثبوت ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ صاحب کی رحلت کے موقع پر میں نے حضرتؒ کے متعلق تعزیتی اداریہ لکھا جس کا عنوان میں نے ''ہندوستان میں ایک ہزار سالہ مسلم عظمت وشوکت کا خاتمہ'' رکھا تو اس عنوان اور اداریہ پر آپ بہت خوش تھے اور مجھے فون کیا کہ آپکا یہ عنوان حضرت علی میاںؒ کے متعلق تمام مضمون وسوانح نگاروں کیلئے ایک ''سنگ میل اور متن'' ہوگا اور فرمایا:

> ''راشد صاحب آپ نے اداریہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک الہامی تحریر ہے، پانچ دفعہ ''الحق'' کا یہ اداریہ پڑھا، آپ نے انتہائی جامعیت کے ساتھ لکھا ہے اور اس میں بھی حضرت علی میاں مرحوم کی معنوی شرکت شامل ہے، ان کا وہ جملہ مدتوں یاد رہے گا جو انہوں نے فرمایا تھا کہ ''اکوڑہ خٹک کا نام ہی میرے لئے بہت بڑی کشش رکھتا ہے، پورے پاکستان کی جانب سے ماہنامہ الحق نے جس طریقہ سے حضرت

علی میاںؒ کو الوداع کہا ہے اس ''تاریخ ساز'' الوداع پر پوری علمی برادری کو ''الحق'' کا شکرگزار ہونا چاہیے، اگر حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ زندہ ہوتے تو وہ ضرور آپ کو دادِ تحسین دیتے۔''

اسی طرح راقم کے قسط وار سفرنامہ یورپ ''ذوق پرواز'' کے متعلق ہر وقت دادِ تحسین کے کلمات فرماتے اور ہر علمی و ادبی مجلس میں ذکر خیر فرماتے۔ یہ حضرت قاری صاحبؒ کا بڑا پن تھا جو اپنے ادنیٰ ناتجربہ کار طالب علم کی خام تحریروں کی ہروقت حوصلہ افزائی و تشجیع فرماتے۔ اُنہی دنوں کی بات ہے جب راقم حضرت مولانا ابوالکلام آزاد امام الہندؒ کی تحریرات اور ان کی سحرانگیز شخصیت میں ڈوبا ہوا تھا تو حضرت قاری صاحبؒ کو میری امام الہندؒ کے ساتھ محبت وعقیدت پر بہت خوشی تھی، اسی طرح ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوریؒ کے ساتھ میرے تعلق پر بھی بہت حوصلہ افزائی فرماتے۔

حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحبؒ اباجی مرحوم کو ندوی صاحب کے نام سے پکارتے تھے، سیاسی اختلاف رائے کے باوجود عمر بھر حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی علمی، ادبی، دینی خدمت وعظمت کے دل سے قائل رہے پھر ''تفسیر لاہوری'' کی اشاعت میں آپ بھی کافی حد تک حضرت والد صاحبؒ پر باعث ومحرک رہے۔ اسی طرح حضرت اباجی مرحومؒ بھی آپ کی علمیت اور کتاب دوستی کے بارے میں وقتاً فوقتاً تبصرہ خیر فرماتے رہتے، آپ نے ''مکتوبات مشاہیر'' میں قاری صاحبؒ کے مکتوبات کے تحت حاشیہ میں ان کا تعارف کچھ یوں لکھا ہے:

> ''قاری عبداللہ فاضل حقانیہ بنوں، فراغت کے بعد شعبہ دارالحفظ میں پڑھاتے رہے، اکوڑہ خٹک میں علمی اور تحقیقی ذوق کے وجہ سے ایک مکتبہ قائم کیا، اب بنوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں، جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے کچھ عرصہ سینیٹ کے رکن رہے، مکاتیب کی جلد اشاعت اور اس کے انتظار میں کافی پرجوش رہے، کتاب اور مطالعہ کا عمدہ ذوق پایا ہے۔''

حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحبؒ کی ہشت پہلو شخصیت اور ان کے ہمہ جہت صفات و کمالات، خدمات اور حسیں یادیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا میرے لئے مشکل ہو رہا ہے۔

المختصر! یہ کہ علمی حلقوں سے ایک ایسا عظیم عالم بے بدل، علم پرور، علم شناس اور کتاب دوست انسان ہمیشہ کے لئے اٹھ کے گیا ہے جس سے دینی، علمی بزم میں اندھیرا اور سناٹا چھا گیا ہے اور یقیناً

خیبر پختونخوا اور دارالعلوم حقانیہ کی مسندِ علم و ہنر مدتوں ان کی یاد میں ویران رہے گی اور فکر و نظر کے پیمانے جس بے مثل ساقی کی صہبائے علمی سے سیراب ہوا کرتے تھے اب برسوں تشنگی کا داغ لئے ہوئے حیراں و پریشاں رہیں گے......

جان کر منجملہ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

راقم کا پچھلے ماہ سفرِ کراچی کے دوران شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ سے ملاقات ہوئی جس میں انہوں نے حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحبؒ کی وفات پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا اور ان کی دینی و علمی ،ادبی خدمات کو خراج تحسین بھی پیش کیا۔اسی طرح جمعیت علماء اسلام کے سربراہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ قاری محمد عبداللہ کی وفات پر گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم کی ساری زندگی اشاعت دین اور قرآن وسنت کی خدمت سے عبارت تھی،آپ ایک پختہ علمی،نظریاتی اور تحریکی جماعتی ساتھی تھے،آپکی اکابر سے محبت قابل رشک تھی۔

آپ کی نماز جنازہ میں برادرم محمد اسرار مدنی اور برخودار محمد احمد کے ساتھ شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ،آپ کا جنازہ سپورٹس کمپلیکس بنوں میں ادا کیا گیا جس میں ہزاروں علماء،فضلاء طلباء اور عامۃ الناس نے شرکت کی، اس موقع پر استاد محترم حضرت مولانا قاری محمد عمر علی صاحب نے تفصیلی خطاب میں حضرت قاری صاحبؒ کو خراج تحسین پیش کیا،حضرت مولانا قاری صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ جنت کے اعلیٰ مقامات سے نوازے،راقم حضرت قاری صاحبؒ کے جگری دوست حضرت مولانا قاری محمد عمر علی صاحب مدظلہ اور آپ کے برخوردران مولانا عطاء اللہ شاہ ،مولانا امداد اللہ،مولانا عبیداللہ، مولانا حزب اللہ اور مولانا سلمان اللہ سے دلی تعزیت کرتا ہے بلکہ خود بھی تعزیت کا مستحق ہے،آج جامعہ دارالعلوم حقانیہ، موتمر المصنفین و ادارہ ''الحق'' اپنے اس عظیم علمی فرزند وسرپرست کی جدائی پر سوگوار ہے......

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

ذیل میں قاری عبداللہ صاحبؒ کے چند مکتوبات ،مضامین ،موتمر المصنفین کی چند مطبوعات پر ان کے تاثرات پیش خدمت ہیں۔

مولانا قاری عبداللہؒ کا مکتوب بنام شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ

جولائی ۱۹۷۹ء: محترم المقام زید مجدکم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

''الحق'' کا مئی ۱۹۷۹ء کا پرچہ بہت خوب اور مضامین بہت بہترین ہیں خاص کر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی تقریر تو عجیب ہے، اندازہ کے مطابق حضرت شیخ الحدیثؒ کی نسبت نے کام کیا ہے ہر جملہ اور ہر حرف میں سکون اور اعتماد کی فضاء قائم تھی ،اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی مدد فرماویں، میری طرف سے مبارکباد دے دیں۔ والسلام: قاری محمد عبداللہ

مولانا قاری عبداللہؒ کا مکتوب بنام شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

محترم المقام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ ''الحق'' کا شیخ الحدیث ڈاکٹر مولانا سید شیر علی شاہ صاحب کا ضخیم ٹھوس اور تاریخی نمبر کافی انتظار و اشتیاق کے بعد موصول ہوا، اس قیمتی دستاویز کو پڑھ کر انتہائی خوشی حاصل ہوئی اور دل سے آپ حضرات کے لئے دعائیں نکلیں، یقیناً حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی شخصیت اس بات کی متقاضی تھی کہ ''الحق'' ان کے شایان شان نمبر شائع کرے اور ما شاء اللہ آپ کی زیر سرپرستی مولانا راشد الحق اور مولانا اسرار نے حضرت مولانا محمد ابراہیم فانیؒ نمبر کی طرح حضرت شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ کے متعلق بھی ایک بڑی دستاویز اور قیمتی متاع قارئین ، علماء اور طلباء کے سامنے پیش کردی ہے۔ سارا نمبر ما شاء اللہ ہر لحاظ سے خوبصورت اور جامع ہے لیکن ابتداء میں آپ نے ایک طویل عرصے کے بعد قلم اٹھا کر اپنے بچپن بلکہ سفر و حضر کے ہمدم دیرینہ ساتھی کے متعلق جس والہانہ انداز سے اپنے مرحوم دوست کو خراج تحسین اور ذکرِ خیر فرمایا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس پورے نمبر کا متن ہے اور باقی نمبر و مضامین اس کی شرح و تفصیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ آپ سے مزید علمی، تصنیفی، تالیفی خدمات کا کام لے۔ والسلام (ماہنامہ ''الحق'' مئی جون ۲۰۱۶)

حضرت مولانا قاری عبداللہؒ کے مکتوبات بنام مولانا راشد الحق سمیع

(۱)

ستمبر ۱۹۹۷ء: السلام علیکم ! امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

''الحق'' کا تازہ شمارہ '' نمبر'' ملا پڑھ کر عظمت رفتہ کی یاد تازہ ہوئی ۔ آپ نے یہ نمبر شائع

کر کے علمائے حق کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ فرضِ کفایہ کا اجر فرض عین سے زیادہ ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ''الحق'' کا یہ شمارہ ملکی سطح پر ایک مکمل تقریب رونمائی چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ فیضان مدنی کو میزاب حقانی سے جاری فرماویں۔ (آمین) اور ان شاء اللہ یہ فیضان جاری ہے۔ ''الحق'' کے شمارہ میں آپ کا اداریہ، فانی صاحب کا مضمون، عباسی صاحب اور ضیاء الدین صاحب خاص کر ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری کا مضمون جو ہے وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے اور کیوں نہ ہو ڈاکٹر صاحب تو مولانا آزاد مرحوم کی فکر ونظر کے بہترین شارح ہیں، اس شمارہ کی اشاعت پورے ملک میں انتہائی ضروری ہے، استادمحترم مولانا سمیع الحق صاحب کی پرانی تحریر اور آپ کے چند مقامات پر مخصوص جملے وہ بھی حقیقت حال کی بہترین تصویر ہے۔ جہاں پچیس سال اور پچاس سال والی بات آپ نے لکھی ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے، قاضی عبدالکریم صاحب، حکیم محمد سعید صاحب والے مضامین بھی معیاری ہیں لیکن واسطی کے مضمون سے صدمہ بھی پہنچا ہے ایسا ہوتا رہتا ہے، سر ظفر اللہ قادیانی کے خلاف جو تحریر فانی صاحب نے لکھی ہے اس سے ان شاء اللہ ہمارے حضرت اقدس صدر صاحبؒ کی روح مبارک ضرور خوش ہوئی ہوگی۔ یہ نمبر مولانا صاحب کو ضرور بھیج دیں کیونکہ انہیں دیکھ کر یقیناً مولانا کو ''خوشی'' حاصل ہوگی نیز اگر ہوسکے تو مسلم لیگ کے تمام صوبائی دفتروں کو بھی ایک ایک کاپی بھیج دیں۔ میری سوچ کے مطابق اگر آج مولانا ابوالکلام آزادؒ مرحوم زند ہ ہوتے تو آپ کو ان حقائق کے شائع کرنے پر ضرور انعام دیتے، میری طرف سے فانی صاحب کو دعا سلام اور مبارکباد قبول ہو، باقی کوئی خاص بات نہیں کہ تحریر کروں، میری طرف سے سب کو سلام اور مبارکباد دے دینا۔ فقط والسلام: خاکروب آستانہ مدنی وآزاد محمد عبداللہ (بنوں)

________(۲)________

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

ماہنامہ ''الحق'' نے جو خصوصی اشاعت حضرت مولانا ندویؒ کی وفات کی مناسبت سے شائع کیا ہے وہ جامعیت کے لحاظ سے برصغیر کے تمام رسائل سے آگے ہے بلکہ آنے والا مورخ جب حضرتؒ کی سوانح لکھے گا تو یہ اس کی مجبوری ہوگی کہ ''الحق'' کے اس خصوصی نمبر کو متن بنائے گا۔ حضرت علی میاںؒ کی جامعیت کیا ہے؟ اور وہ اس مقام پر کیسے پہنچے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کے جواب کے لئے امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کا قلم چاہیے اور تقریر کے لئے شہبازِ خطابت حضرت بخاریؒ کی زبان ہونی چاہیے لیکن خود حضرت ہی مرحوم کے بیانات وتحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا

سارا کچھ شیخ الاسلام مجاہد اعظم حضرت مدنی مرحوم کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ ''کاروان زندگی'' میں خود حضرت شیخ الاسلامؒ کے مکتوبات موجود ہیں، حضرت مولانا لاہوریؒ حضرت رائے پوریؒ، رئیس التبلیغ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی دعاؤں، خود آپ کی انتھک محنت اور اکابرین کی توجہات کی وجہ سے حضرت ندوی صاحبؒ کی علمی عظمت کو عروج ملا ہے، عظمت والوں کی نظر میں وہ ایسے بنے کہ اس وقت روئے زمین پر شاید ہی کوئی ان کے شایان شان کچھ لکھ سکے، بس یہی کہا جاسکتا ہے۔ ع بیسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

راشد صاحب! آپ نے اداریہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک الہامی تحریر ہے، پانچ دفعہ ''الحق'' کا یہ اداریہ پڑھا آپ نے انتہائی جامعیت کے ساتھ لکھا ہے اور اس میں بھی حضرت علی میاں مرحوم کی معنوی شرکت شامل ہے، ان کا وہ جملہ مدتوں یاد رہے گا جو انہوں نے فرمایا تھا کہ ''اکوڑہ خٹک کا نام ہی میرے لئے بہت بڑی کشش رکھتا ہے۔'' حضرت سید احمد شہیدؒ کی وجہ سے وہ تمام چیزوں سے محبت کرتے تھے جن کی نسبت حضرت سید صاحب کی طرف ہو، قافلہ محدثین کے سرخیل و جرنیل حضرت الشیخ الاسلامؒ کے شاگرد رشید سید المحدثین مولانا عبدالحق صاحبؒ کے دل میں حضرت ندوی صاحب کی جو محبت تھی وہ کسی دوسرے موقع پر لکھوں گا، حضرت شیخ الحدیث صاحب کا یہ فرمانا کہ ''ہمارے حضرت مدنیؒ مولانا علی میاںؒ سے بہت محبت رکھتے تھے۔'' پورے پاکستان کی جانب سے ماہنامہ ''الحق'' نے جس طریقہ سے حضرت علی میاںؒ کو الوداع کہا ہے اس ''تاریخ ساز'' الوداع پر پوری علمی برادری کو ''الحق'' کا شکرگزار ہونا چاہیے، اگر حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ زندہ ہوتے تو وہ ضرور آپ کو داد تحسین دیتے، برصغیر کے ادیبوں میں مولانا دریا آبادیؒ کا تبصرہ ہمیشہ منفرد ہوتا تھا۔ فقط والسلام (''الحق'' جون ۲۰۰۰)

مولانا راشد الحق سمیع کا مکتوب بنام حضرت مولانا قاری عبداللہ مرحوم

۲۱ ستمبر ۲۰۰۰: محترم المقام جناب حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب مدظلہ!

السلام علیکم! امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ گزشتہ دنوں آنجناب کے مکتوبات موصول ہوئے، یاد آوری اور عزت افزائی کا از حد سپاس۔ اس ناکارہ کا ارادہ تھا کہ شفقت ناموں کا فوری جواب دوں لیکن یہاں کچھ مشکلات اور مصروفیات میں اس قدر الجھ کر رہ گیا ہوں کہ آپ جیسی مشفق شخصیات کو جواب بھی بروقت نہیں لکھ سکا، اس پر میں انتہائی معذرت خواہ ہوں، امید ہے کہ آپ اس ناکارہ

کی کوتاہیوں کو قابل معافی سمجھیں گے۔ اخبارات میں آنجناب کی چترال سے زبردستی اخراج کی خبر پڑھی تو انتہائی افسوس ہوا کہیں خدانخواستہ آپ کے ساتھ ان بدبختوں نے سختی اور بدتمیزی تو نہیں کی؟ ان شاء اللہ آپ کو ان کوششوں کا اجر ضرور ملے گا۔ موجودہ عسکری حکومت نے بھی اپنی اصلیت اب کھل کر دکھا دی ہے۔ یہ حکومت بھی ماضی کی حکومتوں کی طرح آمرانہ مزاج رکھتی ہے لیکن اس حکومت کے پاؤں بھی زمین پر اب ٹھہرتے نظر نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مدنیؒ کے روحانی فرزندوں کو بھی انہیں کے نقش قدم پر چلاتے ہوئے قید وبند کی سنتوں سے سرفراز کر رہا ہے۔ آپ کے ساتھ اس ظلم و بربریت کے خلاف آواز اٹھانے میں ہم سب آپ کے شریک سفر ہیں۔ باقی آنجناب کے شفقت ناموں میں سے پہلا شفقت نامہ تو شائع ہو چکا ہے، آنجناب اس ناکارہ کے متعلق کبھی کبھی ایسے کلمات اور اتنے پاکیزہ خیالات لکھتے ہیں کہ مجھے یہ پڑھ کر شرم آتی ہے کہ اکابرین اور بزرگ اساتذہ ومشائخ اس ناکارہ سے کتنی توقعات وابستہ کئے ہوئے ہیں اور ادھر میری نالائقی، کم علمی، بے عملی اور بے بضاعتی ہے جو دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اکثر خداوند سے دعا گو رہتا ہوں کہ مجھے حقیقی معنی میں اپنے مشفقوں اور اکابرین کی توقعات کے عین مطابق بنا دے۔

ڈاکٹر ......صاحب نے بھی خط بھیجا تھا امید ہے کہ آپ نے گزشتہ ''الحق'' میں پڑھ لیا ہو، ڈاکٹر صاحب میرے بڑے ناقد رہے ہیں، وقفے وقفے سے ان کی ''عنایات'' اور ''توجہات'' سے آگاہی ہوتی رہتی ہے لیکن کبھی بھی میں نے حرف شکایت زباں پر نہیں لایا اور نہ ہی کبھی انہیں شکایتی خط لکھا بعض دفعہ تو تنقید اتنی سخت ہوتی ہے کہ اس سے بدترین سیاسی ......کی بو محسوس ہوتی ہے لیکن پھر بھی میرے دل میں ڈاکٹر صاحب کی قدرومنزلت کم نہیں ہوئی کیونکہ بہرحال آپ ایک علمی اور مخلص شخصیت ہیں اور پھر حضرت قاری صاحب مدظلہ آپ بہتر سمجھتے ہیں کہ یہ ناکارہ علمی اور دینی شخصیات سے تعلق ہر قسم کے دوسرے تعلقات پر مقدم سمجھتا ہے۔ ان شاء اللہ انہیں بھی میں شکریہ کا خط جلد لکھوں گا۔ باقی اگر اس دفعہ آپ کا پروگرام پشاور وغیرہ کا آنے کا بنا تو رات کا قیام اکوڑہ خٹک میں کیجئے گا کہ اس علمی و ادبی نشست (بقول آپ کے یوہ لیونے مجلس) سے ہم تہی دامن بھی کچھ فائدہ اٹھا سکیں......

سیکھے ہیں ماہ رخوں کے لئے ہم مصوری   تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

باقی برادر جمشید صاحب کے مکتوب کا جواب نہ دینے کی مجھے بھی کوفت رہی، امید ہے کہ آپ میری مجبوری کو کسی اور چیز پر محمول نہیں کریں گے، تغافل یا غرور نام کی چیزوں سے الحمدللہ واقف نہیں لیکن آپ یقین کریں کہ آپ حضرات کے خلوص کو اس تمام عرصے میں نہیں بھولا، گو مصروفیات مصائب شدائد

کے بارگراں سے آنکھ نم رہی اور شوریدہ سرخم رہا......

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

اگر کبھی بنوں کی طرف آنا ہوا تو ضرور ان شاء اللہ آپ کے ہاں حاضری دونگا، تمام احباب اور مخلصین کو سلام عرض ہے۔ والسلام: طالبِ دعا (اسیر آزادؒ)

راشد الحق سمیع حقانی (مدیر ماہنامہ'الحق'')

جامعہ حقانیہ میں ''مکتوبات مشاہیر'' کی تقریب سے مولانا قاری محمد عبداللہؒ کا خطاب

سابق سینیٹر حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ حقانی صاحب ہی اصل میں اس تقریب کے انعقاد کے محرک تھے، ان کا اصرار تھا کہ اس کی تقاریب جگہ جگہ اور شہر شہر ہونی چاہئیں، کتاب کی اشاعت اور تدوین کے دوران بھی ان کا فرطِ جذبات اور بے چینی و بے قراری سے کتاب کی اشاعت کا انتظار اس علمی انحطاط کے دور میں قابل تحسین ہے۔(ادارہ)

'' جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور مولانا سمیع الحق کا ''مشاہیر'' کی ترتیب واشاعت تاریخ کا ایک لازوال کارنامہ ہے، اکابر علماء دیوبند کے علمی ، تصنیفی، تالیفی ادبی اور اشاعتی کارناموں کا ایک تسلسل ہے، انہوں نے کہا حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے امت کے ارباب علم کی خدمت میں صرف ایک مصنف ،صرف ایک مؤرخ، صرف ایک زعیم قوم وملت کسی ایک شیخ وبزرگ کی تحریر اور پیغام پر اکتفا نہیں کیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہزار سے زائد سیاسی زعما، علماء، مشائخ، ادیبوں، دانشوروں اور مصنفین کے پیغامات، مشن اوران کی تعلیمات وہدایات کا نچوڑ ہے، گویا مکاتیب مشاہیر کے مصنفین کی تعداد پانچ سو سے بھی زائد ہے جنہیں مولانا سمیع الحق صاحب نے حسنِ سلیقہ سے ایک کتاب میں جمع کر کے علوم ومعارف کے حسین ''مرقع'' کی صورت میں امت کے حضور پیش کردیا ہے۔'' (''الحق'' اکتوبر ۲۰۱۱)

جامعہ حقانیہ میں ''خطبات مشاہیر'' کی تقریب سے مولانا قاری محمد عبداللہؒ کا خطاب

''دارالعلوم حقانیہ کی برکت وفیوض، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے فیوضات وبرکات اور ثمرات پوری دنیا میں موجود ہیں ''خطبات مشاہیر'' بھی انہی برکات میں سے ہے۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ نے میدان علم کے شہسوار ،میدان تدریس کے تاجدار، تصنیف وتالیف کے میدان میں نامور مصنفین ، میدان سیاست کے مدبر امام ،تصوف وسلوک کے مرشدان باصفاہ، جہاد فی

سبیل اللہ کے جرنیل غرض ہر میدان کے لئے رجال کار مہیا کئے اور یہ سب دارالعلوم حقانیہ ادامھا اللہ کی برکات ہیں۔'' (ماہنامہ ''الحق'' ستمبر ۲۰۱۵)

''تفسیر لاہوری'' پر مولانا حضرت قاری محمد عبداللہؒ کے تاثرات

میرے لئے یہ بات ہی بہت عجیب کیفیت کی حامل ہے کہ میں تفسیر لاہوریؒ کے حوالے سے کچھ تحریر کروں ،ایک طرف ضعف و بیماری کا اثر ہے تو دوسری طرف حضرت امام لاہوریؒ کی عبقری شخصیت ......جبکہ ایک طرف شہید ناموس رسالتؐ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی آرزوئے ناتمام......اوراس کے اوپر عزیزی مکرم مولانا راشد الحق سمیع صاحب کا پرزور اصرار......

ان تمام کیفیات کے ہوتے ہوئے کوئی کیا لکھ سکتا ہے، بہرحال! بندہ کی طرف سے معذرتیں پیش ہوئیں مگر والعذر عند کرام الناس مقبول کا عذر اور روایت یہاں چل نہ سکیں۔

پاک و ہند میں ترجمہ اور تفسیر کی روایت خاندانِ حضرت شاہ ولی اللہؒ سے شروع ہوئی اور آج تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔حضرت شاہ ولی اللہؒ کے علوم و معارف کو اُن کے فرزندوں، شاگردوں نے چاردانگ عالم میں پھیلا دیا اور موقع کی مناسبت اور حالات کے تناظر میں جس کام کی ضرورت پڑی تلامذہ شاہ ولی اللہؒ اور اکابرین امت نے اس میں بھرپور حصہ لے کر خوب حق ادا کر دیا ہے۔یوں علوم شاہ ولی اللہؒ کا سلسلہ امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ تک جا پہنچا،انہوں نے اپنی زندگی کو علوم شاہ ولی اللہؒ کی نشرواشاعت کے لئے وقف کئے رکھا اور بیشمار تلامذہ اُن سے فیضیاب ہوئے اور جب امت کو قرآن فہمی اور رموز قرآن کی معرفت کی ضرورت پڑی تب ایک ہستی شیخ التفسیر حضرت امام احمد علی لاہوریؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے منتخب فرمایا، حضرت دین پوریؒ کے جمال حضرت امروٹیؒ کے جلال، مولانا سندھیؒ کی فکر، شیخ الہندؒ کی فراست، شیخ مدنیؒ کی جامعیت کا صوری و معنوی مرقع وشاہکار اگر کوئی اس دھرتی پر ہوسکتا ہے تو وہ حضرت شیخ التفسیر کی ذاتِ گرامی تھی۔درس قرآن اور درس تفسیر کے حوالے سے حضرت لاہوریؒ اپنے وقت کے بہت بڑے امام تھے، مراداتِ قرآنی نہایت سادہ، عام فہم انداز میں پڑھاتے تھے جس میں تکلف اور تصنع کا شائبہ تک نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ سننے والوں کا جذبہ عمل بیدار ہوتا تھا اور نورِ معرفت دل میں اترتا تھا، حضرت لاہوریؒ قرآن کو اس قطعیت کے ساتھ پیش کرتے تھے کہ قرآنی جلال کے سامنے کسی احتمال اور کسی لچک کی کوئی راہ نہ ملتی۔حضرت امام لاہوریؒ کے شاگرد حضرات یہ کہا کرتے ہیں کہ حضرت لاہوریؒ

سے درس قرآن سن کر ذہن وفکر پر نہ کوئی بوجھ محسوس ہوتا تھا اور نہ ذکر وعمل کے باب میں کوئی مشکل یا طبعی رکاوٹ محسوس ہوتی تھی، حضرتؒ بیان فرماتے اور یوں محسوس ہوتا گویا نسلِ انسانی کی عملی ہدایات کے لئے وحی بھی اتر رہی ہے۔

بہرحال! جس طرح امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو حضرت لاہوریؒ کی صورت میں ایسا شاگردِ رشید ملا جس نے شاہ ولی اللہ اور مولانا سندھیؒ کے علوم و معارف سے تشنگان علم کو مستفید کرایا، اسی طرح مولانا لاہوریؒ کو بھی مظلوم شہید مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی صورت میں ایک اجل تلمیذ نصیب ہوا کہ جنہوں نے حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد ان کے علوم و معارف کو محفوظ اور زندہ جاوید کردیا۔شہید ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا محبوب مشغلہ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف بھی رہا، ان کے سارے کارناموں میں تصنیف و تالیف کا کام سب پہ بھاری ہے، انہوں نے امت کے لئے بہت بڑا علمی ورثہ اور سرمایہ چھوڑ دیا ہے۔زندگی کے آخری ایام میں اسی تصنیفی میدان میں انہوں نے جو عظیم کارنامہ سرانجام دیا اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، وہ کارنامہ ''تفسیر لاہوریؒ'' کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس عظیم کارنامہ کو منظر عام پرلانے کے لئے میں شاگردِرشید مولانا راشد الحق سمیع کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ وہ دن رات محنت و لگن کے ساتھ اپنے عظیم والد ماجد کی ناتمام خواہش وتمنا کو بڑے سلیقے اور محنت سے منصۂ شہود پر لانے میں کامیاب ہوئے ہیں، میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ بڑے لوگوں، علمی شخصیات اور مہتممین حضرات کے صاحبزادگان اگر مزید نئے علمی کام نہ کرسکیں صرف اپنے بزرگوں کے سابقہ کام کو برقرار رکھیں تو یہ خود اپنی جگہ ''بڑا کارنامہ'' ہوتا ہے لیکن عزیزم مولانا راشد الحق سمیع نے تو اپنے والد ماجد کے تمام علمی و تصنیفی کاموں اور خصوصاً دارالعلوم حقانیہ کو جدید تعمیرات وتعلیمات کے قالب میں جس خوبصورتی اور احسن انداز میں ڈھالا ہے یہ میرے اُس تجزیئے واندازے سے زیادہ بڑھ کر ہے اسی طرح مولانا محمد فہد حقانی بھی قابل صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے استقامت کے ساتھ اس پرشب وروز کام کیااور یہ عظیم سعادت حاصل کی۔آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس عظیم تفسیری کاوش کوامت کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے ، حضرت لاہوریؒ و مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے لئے رفع درجات کا وسیلہ بنا دے اور اس کے مرتبین کے لئے دنیاوی اور اخروی نجات کا باعث بنے (آمین)

اسیر عقیدت حضرت مدنیؒ و آزادؒ

محمد عبداللہ

(۱۳/اکتوبر ۲۰۲۲)

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ

شعبان المعظم کے فضائل واحکام

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم أما بعد فأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهرًا فِی كِتٰبِ اللّٰهِ يَومَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ مِنهَا اَربَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّينُ القَيِّمُ فَلَا تَظلِمُوا فِيهِنَّ اَنفُسَكُم وَقَاتِلُوا المُشرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُم كَآفَّةً وَاعلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ المُتَّقِينَ

''خدا کے نزدیک مہینے گنتی میں (بارہ ہیں یعنی) اس روز (سے) کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ کتاب خدا میں (برس کے) بارہ مہینے (لکھے ہوئے) ہیں، ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔ یہی دین (کا) سیدھا راستہ ہے تو ان (مہینوں) میں (قتال ناحق سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔''

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ، حَتَّى نَقُولَ: لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يَصُومُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قط إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ فی شهر أَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِي شَعْبَانَ. (مسلم:۲۷۲۱)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل روزہ رکھنے لگتے تو ہم (آپس میں) کہتے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں، میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورے مہینے کا نفلی روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے میں نے کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔''

معزز سامعین کرام! شعبان المعظم کا مہینہ شروع ہو چکا ہے جو اسلامی تقویم میں انتہائی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے اور ماہ رمضان المبارک کا مقدمہ ہونے کی وجہ سے اس ماہ کو انتہائی اہمیت دی جاتی ہے۔ دوسری طرف شعبان میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اعمال نے اس ماہ کی عظمت کو چار چاند لگائے۔ شعبان المعظم ہجری سال کا آٹھواں مہینہ ہے۔ شعبان ''شعب'' سے بنا ہے، جس کے لفظی معنی شاخ در شاخ کے ہیں، اس مہینے میں چونکہ خیر و برکت کی شاخیں پھوٹتی ہیں، اور روزہ دار کی نیکیوں میں درخت کی شاخوں کی طرح اضافہ ہوتا ہے، اس وجہ سے اس کو شعبان کہا جاتا ہے۔ شعبان کا مہینہ رمضان کا مقدمہ ہے، جیسا کہ شوال کا مہینہ رمضان کا تتمہ ہے، اسی وجہ سے اس مہینے کو خاص فضیلت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے چاند دیکھنے کا نہ صرف اہتمام فرمایا بلکہ امت کو بھی تاکیدی حکم دیا کہ شعبان کا حساب رکھو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ (الترمذی:٦٨٨)

''حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے لیے شعبان کے چاند کی گنتی کرو۔''

ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ:سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، تَقُولُ:كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ، ثُمَّ يَصُومُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ (ابوداؤد: ٢٣٢٥)

''عبداللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہؓ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان کی تاریخوں کا جتنا خیال رکھتے کسی اور مہینے کی تاریخوں کا اتنا خیال نہ فرماتے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھتے، اگر وہ آپ پر مشتبہ ہو جاتا تو تیس دن پورے کرتے، پھر روزے رکھتے۔''

ظاہر بات ہے کہ رمضان المبارک کا حساب درست رکھنے کیلئے شعبان کا درست حساب جاننا ضروری ہے اور اسی حکمت کے پیش نظر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے چاند دیکھنے کا

اہتمام فرمایا اور امت کو تاکید کی کہ جب ماہِ شعبان کی تاریخ صحیح ہوگی تو رمضان میں غلطی نہیں ہوگی۔

شعبان اور کثرتِ صیام

معزز سامعین کرام! شعبان المعظم میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے روزے رکھتے تھے اور کسی ماہ میں بھی اتنے نفلی روزے نہیں رکھتے تھے جتنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں رکھتے تھے، بخاری شریف کی روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ، حَتَّى نَقُولَ: لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يَصُومُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ (البخاری: ۱۹۲۹)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل روزہ رکھنے لگتے تو ہم (آپس میں) کہتے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں، میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورے مہینے کا نفلی روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے میں نے کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔''

ایک دوسری روایت بھی امام بخاریؒ نے نقل کی ہے کہ:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ، قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ، وَكَانَ يَقُولُ: خُذُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، إِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا، وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دُووِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّتْ، وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيْهَا (البخاری: ۱۹۷۰)

''ابوسلمہ سے عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ اور کسی مہینہ میں روزے نہیں رکھتے تھے، شعبان کے پورے دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ عمل وہی

اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں تھکتا، تم خود ہی اکتا جاؤ گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو سب سے زیادہ پسند فرماتے جس پر ہمیشگی اختیار کی جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز شروع کرتے تو اسے ہمیشہ پڑھتے تھے۔''

نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت

معزز سامعین کرام! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان میں کثرت سے روزے رکھے اور امت کو ترغیب بھی دی لیکن امت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُومُوا " یعنی جب شعبان آدھا ہو جائے تو تم روزہ مت رکھو'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ:

لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ، فَلْيَصُمْ ذَلِكَ اليَوْمَ (البخاری: ۱۹۱۴)

''تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو وہ اس دن بھی روزہ رکھ لے۔''

شعبان کی خاص فضیلت

ماہ شعبان کی ایک خصوصیت فضیلت یہ ہے کہ اس ماہ کے اندر اللہ تعالیٰ کے پاس اعمال پیش کیے جاتے ہیں، چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول سے عرض کیا:

يا رسولَ اللهِ! لم ارك تَصومُ شَهْرًا منَ الشُّهورِ ما تصومُ من شعبانَ! قالَ: ذلِكَ شَهْرٌ يَغفُلُ النَّاسُ عنهُ بينَ رجبٍ ورمضانَ، وَهوَ شَهْرٌ تُرفَعُ فيهِ الأعمالُ إلى ربِّ العالمينَ، فأُحبُّ أن يُرفَعَ عمَلي وأَنا صائمٌ (النسائی: ۲۳۵۷)

''اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! جتنا میں آپ کو شعبان کے مہینے میں روزہ رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں اتنا کسی اور مہینے میں نہیں دیکھتا، آپ نے فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے کہ رجب اور رمضان المبارک کے درمیان میں آنے کی وجہ سے لوگ

اس مہینے سے غفلت کر جاتے ہیں، حالانکہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں آدمی کے اعمال
رب العالمین کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ جب میرا عمل
پیش ہوتو میں روزہ سے رہوں''

شب برأت

شعبان المعظم کی ایک خاص فضیلت شبِ برات ہے جو اسلامی فکر میں ہے اہمیت کا حامل ہے، جس کی فضیلت بہت سی احادیث سے ثابت ہے اور مختلف احادیث میں آیا ہے کہ اس رات میں بے شمار گناہ گاروں کی مغفرت اور مجرموں کی بخشش کی جاتی ہے اور جہنم کے عذاب سے چھٹکارا ملتا ہے، اس لیے اس کا نام شبِ براءت مشہور ہوگیا ہے، احادیث میں لیلة النصف من شعبان کہہ کراس کی فضیلت بیان کی گئی، (ایک سال کی) زندگی، موت، رزق کے فیصلے اسی رات میں ہوتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ''میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو پھر ناگہاں وہ بقیع میں پائے گئے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے عائشہ! کیا تمہیں اس بات کا ڈر تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے خیال کیا کہ شاید آپ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بیشک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کی بخشش فرماتے ہیں۔''

حضرت عائشہ صدّیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس رات (پندرہویں شعبان) میں کیا ہے؟ عائشہ صدّیقہؓ نے عرض کی کہ: اے اللہ کے رسول! اس رات میں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس بچے نے اس سال میں پیدا ہونا ہوتا ہے، وہ اس رات میں لکھا جاتا ہے اور اس سال میں جو بنی آدم ہلاک ہونے والا ہوتا ہے، اس کا نام لکھا جاتا ہے اور اس رات میں ان کے اعمال اُٹھالیے جاتے ہیں اور اسی رات میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں پھر عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ: اے اللہ کے رسول! کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں جاسکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ تین دفعہ ارشاد فرمایا، تو میں نے کہا کہ آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جاسکیں گے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ

مبارک سر پر رکھ کر فرمایا اور میں بھی نہیں جا سکوں گا مگر اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ تین دفعہ ارشاد فرمایا۔

شبِ برات کے اعمال

شعبان کی پندرہویں رات فضیلت والی رات ہے، اس میں عبادت (نوافل، دعا وغیرہ) باعثِ خیر و برکت اور مستحب عمل ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات ہو، تو اس رات کو قیام (عبادت) میں گزارو، اور اس کے دن میں روزہ رکھو، اس لیے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی تجلی آفتاب کے غروب ہونے کے وقت سے ہی آسمانِ دنیا پر ظاہر ہوتی ہے، پس فرماتا ہے: خبردار! کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اس کو بخش دوں؟ خبردار! کوئی رزق لینے والا ہے کہ اس کو رزق دوں؟ خبردار! کوئی مصیبت زدہ ہے کہ (وہ عافیت کی دعا مانگے اور میں) اس کو چھڑا دوں؟ خبردار! کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے؟ طلوعِ صبح صادق تک اللہ تعالیٰ یہی آواز دیتا رہتا ہے (رات بھر یہی رحمت کا دریا بہتا رہتا ہے)۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''شعبان کی پندرہویں رات اللہ عز وجل اپنی مخلوق کی طرف رحمت کی نظر فرماتے ہیں، سوائے دو شخصوں کے باقی سب کی مغفرت فرماتے ہیں: (۱) کینہ پرور (۲) دوسرے کسی کو ناحق قتل کرنے والا

شبِ برات کی بدعات

شعبان المعظم کے فضائل کا استحضار کرتے ہوئے امت کو چاہیے تھا کہ وہ اس ماہ عبادات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے اور مقدس ماہ رمضان المبارک کی تیاریوں میں مشغول ہوتے لیکن افسوس کہ یہاں بھی امت عملی کج روئی کا شکار ہوئی اور گناہوں پر اتر آئی اور شعبان کے متعلق بدعات و رسومات کی بنا ڈالی۔شعبان کے بدعات کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ بدعت کا معنیٰ سمجھا جائے کہ بدعت کیا ہے؟

بدعت اور احداث فی الدین ایک معنی میں مستعمل ہوتے ہیں۔ بدعت عربی زبان کا لفظ ہے جو ''بَدَعَ'' سے مشتق ہے، بدع کا معنی یہ ہے کہ کسی سابقہ مادہ۔مثال، نمونہ یا وجود کے بغیر کوئی نئی چیز ایجاد کرنا۔یعنی کسی شے کو عدمِ محض سے وجود میں لانے کو عربی زبان میں ''اِبداع'' کہتے ہیں، بدعت یعنی بغیر کسی سابقہ نمونہ کے ایجاد، کی آسان تعبیر ما أحدث علی غیر مثال سابق سے کی جاتی ہے، قرآن مجید

میں ذکر شدہ مختلف مشتقاتِ بدعت سے لغوی معنی کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَى أَمْراً فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ

''وہی آسمانوں اور زمین کو (عدم سے) وجود میں لانے والا ہے اور جب وہ کسی چیز (کی ایجاد) کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو پھر اس کو صرف یہی فرماتا ہے تو ہوجا، پس وہ ہوجاتی ہے''

اصطلاحِ شرع میں بدعت وہ نیا کام ہے جو خیر القرون کے زمانے میں نہ ہو اور سلف خلف اس کی طرف محتاج ہوں اور کوئی شخص حصولِ ثواب کی نیت سے کریں۔ بدعت کی اس تعیف شرعی کے پیش نظر اس کا کوئی فرد حسنہ نہیں بلکہ ہر فرد سئیہ اور قبیح ہے۔

بدعت ایک انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے جس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی قرار دیا ہے کہ:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ(مسلم:١٤٩٣)

''جابرؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہؐ نے فرمایا: ''حمد وثنا اور صلوۃ وسلام کے بعد، سب سے بہترین کلام، اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، بدترین امور وہ ہیں جو نئے جاری کیے جائیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو ''شرک الشرک'' یعنی بدعت کو شرک کا تسمہ اور شاخ قرار دیا ہے جس سے بدعت کی قباحت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بدعت یا دین میں کسی جدید چیز کا اضافہ کرنا درحقیقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عدمِ اعتماد کا اظہار کرنا ہے کہ العیاذ باللہ یہ امر بھی دین کا حصہ ہے اور اس پر بھی ثواب ملتا ہے لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم ہم تک نہیں پہنچایا۔ یہ حکم یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا یا نعوذ باللہ من ذالک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلاغِ دین میں بخل سے کام لیا(نعوذ باللہ من ذلك)

شعبان المعظم کی بدعات

شعبان المعظم میں بہت سے بدعات و رسومات عام ہوچکے ہیں جیسے کہ شعبان کے آغاز پر یا شبِ برائت کے مقام پت آتش بازی کی جاتی ہے حالانکہ یہ مجوسیوں کی نقل ہے اور آگ قہرِ الٰہی کا نشان ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ قبرستان میں آگ لے جانا منع ہے اور آگ کے ساتھ کھیلنا

یہ اہلِ اسلام کا کام نہیں۔ حدیث پاک میں بھی آتا ہے کہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ انہی میں سے ہوگا۔''

اسی طرح پندرہ شعبان کو مسجدوں، بازاروں، گھروں اور خاص خاص مقامات کو سجایا جاتا ہے، اضافی بتیاں جلائی جاتی ہے، ضرورت سے زائد گھروں سے باہر دروازوں پر کئی کئی چراغ روشن کیے جاتے ہیں، اور بعض جگہ تو مکانوں کی چھتوں پر موم بتیاں جلائی جاتی ہیں اور دیواروں پر قطار در قطار چراغ رکھ دیئے جاتے ہیں، یہ چراغاں اسلامی شعار نہیں، یہ سب بے جا اسراف اور فضول خرچی ہے جس کی مذمت قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے کہ: اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ ''بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔'' بعض علاقوں میں یہ تصور بھی پایا جاتا ہے کہ غزوہ احد میں جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک جب شہید ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ نوش فرمایا تھا جس کی وجہ سے سب لوگ حلوہ بناتے ہیں اور لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں، حالانکہ اس کی کوئی اصل نہیں اور دندان مبارک کی شہادت کا واقعہ شوال کا ہے، شعبان کا نہیں۔

اسی طرح شعبان کے آتے ہی مسجدوں میں اجتماعات کا اہتمام شروع کیا جاتا ہے اور بالخصوص پندرہ شب کو تو مسجد میں پیر رکھنے کی جگہ نہیں ملتی، یہ بہت اچھا کام ہے، عبادت کرنی چاہئے لیکن اپنے گھروں میں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جن کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے) نے اپنے حجرہ مبارکہ میں ہی اس رات کی عبادت کی تھی، مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لے گئے تھے، اب اگر اجتماع کا التزام ہو تو وہ بدعت شمار ہوگا۔ اس ماہ میں قبروں پر پھول چڑھائے جاتے ہیں حالانکہ اس عمل کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے قبروں پر پھول اور چادریں چڑھانے کو سنت کی ضد قرار دیا ہے۔

ایک غلط تصور

شعبان کے متعلق ایک غلط تصور امت میں پایا جاتا ہے کہ شبِ برأت وغیرہ میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لیے کچھ پکایا ہے کہ نہیں؟ اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے، اس ایک من گھڑت اور بے بنیاد بات ہے اس کو بالکل ترک کرنا چاہیے، اس کیساتھ ہی شعبان کو بدعات وخرافات کا منبع نہیں بننا چاہیے بلکہ اس ماہ میں خوب عبادت کرنی ہے کہ آگے رمضان کیلئے تیار ہو سکیں۔ رمضان میں اللہ توفیق سے نوازے گا بشرطیکہ ہم شعبان کی عظمت کا خیال رکھیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو ان گزارشات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ

پیکرِ خلوص و فنائیت مجسمۂ علم و عمل، مرقعِ قلم و کتاب

خواب ہو کر رہ گئی ہیں کیسی کیسی صحبتیں
داغِ فرقت دے گیا ہے کیسا کیسا آشنا

یہ نجم المدارس کلاچی میں میرا ابتدائی تعلیمی سال تھا، اساتذۂ کرام میں قاضی برادران (حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب، حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب فاضلانِ دیوبند) میری عقیدت کے محور تھے جبکہ طلباءِ کرام میں ایک ''مانوس اجنبی'' نے میری توجہ غیر شعوری طور پر اپنی طرف مبذول کی۔ سادگی، بے ساختگی، بدویت اور شرافت کا ایک چلتا پھرتا امتزاج تھا جو صرف میرے ہی نہیں تمام طلباء اور اساتذہ کی نگاہوں کا مرکز تھا، گفتار میں صداقت، کردار میں ثقاہت اور رفتار میں متانت نے ان کو ایک منفرد اور ممتاز طالب علم بنا دیا تھا۔

تحصیل علم کا والہانہ جذبہ

ذوق، محنت اور لگن کے باوجود فہم اور ذہن ان کے استقامت کا امتحان لینے پر تلے ہوئے تھے، خوب محنت کے باوجود جب سبق یاد نہ ہوتا تو تڑپتے تھے اور یہی تڑپ ان کی عنداللہ قبولیت اور عندالناس مقبولیت کا باعث بنی، ذہنی کمزوری، ان کی ذوق اور محنت کی پرواز کم نہ کر سکی، انتہائی اہتمام والتزام سے مطالعہ کرتے ساتھیوں سے استفادہ کرنے میں کوئی عار نہ سمجھتے، ایک ہی جگہ اور ایک سبق سمجھنے کیلئے بار بار میرے پاس آتے، کہتے تھے کہ: ''ہم جبلی (پہاڑی) لوگ ہیں بات ذرا دیر سے سمجھتے ہیں''۔ اس لئے عبدالقیوم! تم نے میری بار بار مراجعت سے اُکتانا نہیں، میں ہر بار اسلوب بدل بدل کر ان کو آسان سے آسان انداز میں سمجھاتا، وہ دُعاؤں کا عظیم خزانہ میری جھولی میں ڈال کر ہی اُٹھتے تھے۔ یقیناً ان ہی دُعاؤں کا اثر بھی ہے کہ آج ایک بات کئی اسالیب میں کہنا میرے لئے ربّ العزت نے آسان بنا دی ہے۔ قلیل عرصہ میں انہوں نے اپنے کریمانہ اخلاق اور جذبۂ خدمت کی بدولت طلباء اور اساتذہ میں شناخت و پہچان بنالی اور ''قاری عبداللہ'' کا نام ہر لب پر شیرینی بکھیرنے لگا۔

طالب علمی کے دوسرے سال ایک آزمائش

دوسرے سال ان پر کچھ معاشی حالات آئے، انہوں نے تعلیمی سلسلہ منقطع کرنے کا تلخ فیصلہ کیا، کتابیں جو انہوں نے بڑی محنت، محبت، شوق سے جمع کی تھیں، اس زمانے میں جب کتب خانے اتنے زیادہ نہ تھے، چھپائی آسان نہ تھی، ترسیل کے ذرائع کمیاب تھے، ایک پسماندہ ترین علاقے میں عمدہ اور منتخب کتابوں کا ذخیرہ جمع کرنا یقیناً اعلیٰ ذوقِ کتاب کی کارستانی تھی، بہرحال! ناآسودہ معاشی حالات انسان کی بہت سے اُمنگیں، خواہشات اور طبعی رُجحانات نگل لیتی ہیں، مالی تنگی میں تخلیقی قوتیں زنگ آلود ہوجاتی ہیں، ذہن وخیال پراگندہ ہوجاتا ہے۔تصورات وافکار منتشر ہوجاتے ہیں، یکسوئی متأثر ہوجاتی ہے، دلجماتی ذوق جو اِبتکار اور تخلیق کی بنیاد ہے پژمردہ ہوجاتا ہے اور علامہ شامی کی اس بات پر یقین بڑھ جاتا ہے......

لَوْ كُلِّفْتُ بَصْلَةً مَا عَرَفْتُ مَسْئَلَةً

''اگر مجھ کو پیاز کی تکلیف دی جاتی تو ایک مسئلہ کو بھی نہیں پہچانتا''

بہرحال! معاشی حالات نے ان کو اپنی کتابیں جو ان کے جگر گوشے اور قلبی ٹکڑے تھے فروخت کرنے پر مجبور کیا، کتابیں جہاں اپنی موضوعات اور مضامین کے اعتبار سے ایک حسین باغ تھا، وہاں ان کی رکھوالی بھی بہت ہی نایاب طریقے سے ہوئی تھی، بہترین کور پر قیمتی پلاسٹک چڑھا گیا تھا جلدیں مکمل محفوظ اور اوراق نہایت صاف تھیں۔ میری معاشی حالات بھی ان دِنوں ناگفتہ بہ تھے مگر دل نے کہا کہ یہ انمول خزینہ کوڑیوں کے دام بکنے کا نہیں اس لئے میں نے اپنی تمام حاجات وضروریات پس پشت ڈال کر ان کتابوں کو معقول قیمت پر خریدا، طالب علم کی مجبوری سے کسی کو غلط فائدہ اُٹھانے نہ دیا، زندگی کی گاڑی چلتی رہی، منزل پہ منزل آتی رہی، فراغت کے بعد کچھ عرصہ چکوال میں تدریس کی۔

دارالعلوم حقانیہ میں پہلی ملاقات

پھر استاذِ محترم شہید ختم نبوت حضرت مولانا سمیع الحقؒ نے شیخ مکرّم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے امالیٔ ترمذی پر کام کرنے کے لئے دارالعلوم حقانیہ بلالیا، یہاں دارالعلوم حقانیہ میں ایک مسحور کن آواز کے مالک، ایک مجوّد قاری، باصلاحیت مدرس اور دارالعلوم حقانیہ کی جامع مسجد کے امام اور خطیب حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب سے ملاقات ہوئی، چہرہ کچھ شناسا لگا، کچھ دِنوں بعد ایک سلسلۂ

گفتگو میں ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ: ''ہم جنگی (پہاڑی) لوگ ہیں بات ذرا دیر سے سمجھتے ہیں''، فوراً میرا طائر تخیل سالوں پہلے والے نجم المدارس میں پہنچ گیا اور اس بھولے بھالے، سیدھے سادھے: المؤمن غِرٌّ کریم (مؤمن سیدھا سادھا شریف ہوتا ہے) کے مصداق طالب علم ''قاری عبداللہ'' کا چہرہ نگاہوں کے سامنے گھومنے لگا، جواب میرے سامنے حضرت مولانا قاری عبداللہ کی صورت میں موجود تھا۔

کتابیں واپس مل گئیں

میں نے عرض کیا: میرے پاس آپ کی امانت ہے وہ متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ میری کونسی امانت آپ کے پاس ہے، میں ان کو اپنے کمرے میں لے گیا اور سالوں پہلے جو کتابیں ان سے قیمتاً لی تھیں وہ ان کو تحفتاً پیش کیں، ان پر وجد کی ایک کیفیت طاری ہوئی اور کہنے لگے: تم نے تو میری بچھڑی ہوئی اولاد مجھ سے ملا دی، ذوقِ کتاب اور شوقِ مطالعہ نے ہمیں راہِ اُلفت میں ہمرکاب کر دیا، جب ان کے پاس کوئی نئی کتاب آتی فوراً مجھے مطلع کر دیتے، میں عموماً دو نسخے منگواتا، ایک ان کے لئے اور ایک اپنے لئے پھر دیر تک اس کتاب کے مندرجات، اسلوب، منہج پر تبصرے اور تجزیئے ہوتے، فارغ اوقات میں مؤتمر المصنّفین میں میرے پاس بیٹھتے میری کتابیں پڑھتے، میرے لکھے مضامین پر تنقیدی نگاہ ڈالتے، مشورے دیتے، رہنمائی کرتے تھے۔

اِک چراغ جلا دیا

جب شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے امالیٔ ترمذی پر ''حقائق السنن'' کے نام سے میں نے کام شروع کیا تو شہید ناموسِ رسالت مولانا سمیع الحقؒ چاہتے تھے کہ کام میں حزم و احتیاط، سلیقہ مندی اور بعینہٖ حضرت شیخ الحدیث ہی کے ارشادات والفاظ کو نقل کیا جائے تو قاری محمد عبداللہ مرحوم رات گئے کبھی ایک بجے اور کبھی دو بجے تک میرے ساتھ مؤتمر المصنّفین (حقانیہ) کی کارگاہ میں کام میں معاونت کرتے، شیخ الحدیث مولانا اصلاح الدین حقانی بھی اس موقع پر ساتھ رہتے اور ممکن تعاون سے گریز نہ کرتے، اس موقع پر قاری صاحب مرحوم کے علمی لطائف، بعض مسائل میں ان کے درک و عبور، لفظی تعبیرات اور خوش گوئی سے مجلس زعفرانی بن جاتی، نیند اُچٹ جاتی اور ہم لوگ کام کے لئے تازہ دم ہو جاتے ......

کوئی بزم ہو کوئی انجمن یہ شعار اپنا قدیم ہے
جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں اِک چراغ جلا دیا

حقانی مشائخ کے عکس جمیل

قاری صاحب مرحوم اپنے اوصاف وکمالات میں اپنے حقانی مشائخ کے عکسِ جمیل ، یادگار اور علوم کی جامعیت، ذہانت وذکاوت، دین ،تقویٰ اور اخلاق وسیرت میں اپنے معاصر حقانی فضلاء میں یگانہ تھے۔اپنی ذہانت و طباعی سے ایسے ایسے گوشوں سے معلومات وسائل کا استنباط اور معمولی باتوں میں ایسے ایسے لطائف ونکات پیدا کرتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی ان کا نکتہ آفرین دماغ اور موّاجِ فکر جدھر رُخ کر دیتا تھا علم کا دریا بہا دیتا تھا اور اپنے زور سے لعل و جواہر اور خس وخاشاک سب کو بہا کر لے جاتا تھا۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا اعتراف

قاری صاحب مرحوم علم وفضل دونوں کے جامع تھے، بڑے وسیع النظر عالم اور اسلامی علوم و معارف کا زندہ کتب خانہ تھے۔خصوصاً درسِ نظامی، حدیث وتفسیر اور ان کے متعلقہ فنون پر اتنی گہری اور وسیع نظر تھی کہ ان کے علم کا احاطہ آسان نہیں۔ایک روز مولانا سمیع الحق شہیدؒ حقانیہ کے کتب خانے میں تشریف لائے۔قاری صاحب مرحوم کو کتابیں اُلٹتے پلٹتے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''قاری صاحب کے کتابی مطالعہ کی انتہا نہیں ملتی میں نے جب بھی دیکھا، سنا وہ کتاب کے اِشتغال میں ہوتے ہیں۔ایک دوسرے موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا: ''وہ اَپنے مطالعاتی ذوق اور کتابی شوق اور تشکیل کتب خانہ کے ساتھ ایسے خاکسار متواضع، سادہ مزاج اور بھولے بھالے ہیں کہ ان کو دیکھ کر کوئی شخص مشکل سے ان کے لکھے پڑھے ہونے کا گمان کر سکتا ہے۔

تواضع وانکسار کے پیکر جمیل

حافظہ حیرت انگیز تھا، کتابوں کے صفحے کے صفحے زبانی یاد تھے، ان کمالات کے ساتھ قوتِ گویائی میں بھی انہیں فضل وتفوق حاصل تھا، تاہم تحریر کے حوالے سے انہیں درک کامل نہ تھا، اس سے بھی زیادہ ان کی تواضع اور استغناء نے ان کو نام ونمود سے بے نیاز کر دیا تھا، اس لئے محدود حقانی حلقہ بالخصوص حقانی برادری کے سوا علمی دنیا ان کے کمالات سے واقف نہ ہوسکی، تاہم شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی ان کی عظمتوں، مطالعاتی وسعتوں اور عالمانہ فضل وتفوق کے بے حد قائل تھے، جدید کتابوں کے حوالے سے مولانا قاری محمد عبداللہؒ کا ان سے تبادلۂ خیال قائم رہتا تھا۔ ماہنامہ ''الحق'' اُن کا محبوب جریدہ تھا، ادارتی کالم سے لے کر آخر تک مطالعہ کرتے ،بعض مضامین اونچی آواز سے پڑھتے ،بعض اقتباسات سے وجد میں آجاتے ،مولانا سمیع الحق شہید کو ''ندوی ثانی'' کا لقب دیتے،

انہیں مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کی مثیل قرار دیتے، مولانا راشد الحق حقانی نے 'الحق' کی ادارت سنبھالی تو انہیں مولانا سمیع الحق کے جانشین اوران کے ادبی مزاج کا امین وترجمان قرار دیتے۔

مراقب عام کا عہدہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور شہید ناموسِ رسالت مولانا سمیع الحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا انوارالحق مدظلہٗ نے آپ کی لیاقت اور قابلیت کے بل بوتے پر آپکو جامعہ حقانیہ کے ہمہ جہتی انتظامی اُمور کا ''مراقبِ عام'' مقرر کردیا۔ اس کیساتھ ہی حقانیہ کی اعلیٰ قیادت نے نظم و انتظام کی اعلیٰ صلاحیتوں کے پیش نظر شرعی مشاورت کی حیثیت سے بھی انکو اہم وظیفہ سونپ دیا، اس دوران حقانی مشائخ اور حقانی اکابر اساتذہ کی آپ پر خصوصی عنایات رہیں، ایسے مناظر بھی دیکھے کہ اس وقت کے مشاورتی نظام میں قولِ فیصل آپ ہی کا معتبر ہوتا تھا، اوائل میں انتظامی اُمور میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیے، آپکی خدمات کا دائرہ اور مقبولیت عوام اور خواص اور جامعہ کے طلبہ میں یکساں رہی۔

جامعہ ابوہریرہ اور القاسم اکیڈمی کا قیام

جب قدرت کو کام کی وسعت اور تنوع منظور ہوئی اور تکوینی طور پر جامعہ ابوہریرہ اور القاسم اکیڈمی وجود میں آگئے تب بھی سرپرستی اور محبت جاری رکھی، جامعہ ابوہریرہ تشریف لاتے، پوری پوری رات جامعہ کے وسیع کتب خانے میں جاگ کر گزارتے تھے اور کتابوں کی ورق گردانی سے اپنی تشنگی بجھاتے تھے، میری تصنیفات تو ان کو ازبر تھیں جامعہ ابوہریرہ کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے عموماً میرے ہی کتابوں کے حوالے دیتے تھے اور طلباء سے فرماتے تھے کہ تمہیں کیا معلوم آپ کے اس بے سروسامان ادارے میں جو ایک دیہات میں قائم ہے کتنا عظیم اور بڑا علمی کام ہو رہا ہے۔

حق گوئی و بے باکی

تکوینی طور پر سیاست کی خاردار گھاٹی میں بھی چلنا پڑا، مگر وہاں بھی وہ مادیت اور دجلیت کا شکار نہیں ہوئے، ایوانِ بالا کی رُکنیت تک پہنچنے کے باوجود بھی سادگی اور زہد کا دامن نہیں چھوڑا، انکا سیاسی نظریہ بالکل واضح تھا جس کا وہ ببانگ دہل اظہار کرتے تھے اور زبانِ حال سے گنگنایا کرتے تھے

آئینِ مصطفیٰ کے سواحلِ مشکلات یہ عقل کا فریب نگاہوں کی بھول ہے

وہ تمام معاشی، انتظامی، سماجی اور سیاسی مسائل کا حل صرف اسلامی نظام کے مکمل نفاذ میں سمجھتے تھے وہ ہمیشہ اس بات پر تأسف کا اظہار کرتے تھے کہ مشرق کے ہر خطے میں انگریزوں کے

تراشے ہوئے قوانین آج بھی تقدس کے شرف سے مشرف ہیں اور فرنگی کے پروردہ جدید تعلیم یافتہ اربابِ اختیار اب بھی اسلامی اُصولِ حیات اور قومی مفاد کے راستوں میں گہری گہری خلیجیں حائل کر رہے ہیں، ان انگریز کے کاسہ لیسوں کے یقین میں یہ بات مرتسم ہوچکی ہے کہ اسلامی اقدار کے روادار اور مذہبی تعلیم سے آراستہ لوگوں میں اُمورِ مملکت سنبھالنے کی قوت واستعداد نہیں۔

حضرت قاری صاحب فرماتے تھے کہ اکابر نے فرنگی سے نجات دلادی، اب فرنگی کی اولاد سے قوم چھٹکارا دِلانا ہمارا کام ہے اور یہ کام صرف چوکوں، چوراہوں میں تقریروں سے نہیں ہوگا بلکہ اس کے لئے ''مؤتمر المصنّفین دارالعلوم حقانیہ'' اور ''القاسم اکیڈمی'' جیسے اداروں کو وجود دینا ہوگا جو مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر نسل نو کی رہنمائی کریں اور ان اسلاف واکابر کی سوانح کے ذریعے نوجوان نسل کو لائحہ عمل دیں جنہوں نے فرنگی کے خلاف کامیاب جدوجہد کی۔ آخر میں طویل علالت کے باعث سیاست سے ایک گونہ کنارہ کش ہوگئے تھے اور تمام توجہ مطالعہ اور تحقیق پر مرکوز کی تھی۔

شروحاتِ حدیث سے تعلقِ خاطر

حقائق السنن کی تدوین وترتیب میں عملاً شریک رہے، اسی طرح شرح صحیح مسلم کی نئی جلد جب ان کے پاس پہنچتی تو نہایت غور ودھیان سے پڑھتے، قابل مشورہ باتوں کو قلمزد کرتے، پھر مجھے مفصل خط بھیجتے تھے، فنی محاسن پر تحسین کرتے، ادبی تعبیرات پر داد دیتے، علمی نکات پر حوصلہ افزائی کرتے، قابل تأمل باتوں کی طرف اشارہ کرتے، ہر دفعہ شرح صحیح مسلم کی جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچنے کی آرزو ظاہر کرتے، ہمیشہ فرماتے تھے کہ آپ نے علماءِ دیوبند خصوصاً حقانی برادری اور اردو لکھنے والے حضرات کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کیا ہے۔ ''شرح صحیح مسلم'' کی تکمیل پر شایانِ شان تقریب رونمائی کے خواہش مند تھے، فرماتے تھے کہ اس تقریب میں چوٹی کے اکابر جمع کرکے سب کی آنکھیں حدیث کے اس مبارک خدمت سے ٹھنڈی کریں گے ....

ما کل ما یتمنی المرء یدرکه تجری الریاح بما لا تشتهی السفن

''ہر وہ چیز جس کی انسان خواہش کرتا ہے حاصل کرتا ہے، ہوائیں بحری جہازوں کی خواہش کے برعکس چلتی ہیں''

وہ صفات میں نرالے تھے، حیات میں منفرد تھے اور موت بھی ان کی جداگانہ تھی، مسکین رہے، مسکینوں میں رہے اور کندھا بھی مسکینوں نے دیا مگر ان جیسے حضرات موت کے کنارے پہنچ کر

''مر'' نہیں جاتے بلکہ ''امر'' ہوجاتے ہیں، ان کی فنا ہی ان کی بقا ہے ان کی محبتیں، شفقتیں، ادائیں یاد رہیں گی اور ان کا مشن چلتا رہے گا۔

قرآن کریم سے عشق

اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحب کو بے شمار علمی وعملی خصوصیات سے نوازا تھا، حضرت قاری صاحب کی ذات میں علم اور تواضع کی چاشنی بھی تھی اور وقار ومتانت کا امتزاج بھی، وہ اپنی نرم گفتگو، جسم میں رعب، طبیعت میں عاجزی، چہرہ پر ہر لحہ پھیلی مسکراہٹ، کلام میں علم کی بناء پر استحکام اور مضبوطی کی بناء پر ہر مجلس کی شمع تھے، یوں علامہ اقبالؒ کے شعر کے ایک مصرع '' قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں'' کے مصداقِ کامل بدلیل مطابقی تھے۔حضرت قاری صاحب کو قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے سے عشق تھا، گویا قرآن کریم ان کی روح اور زندگی کا حصہ تھا جس کے بغیر ان کا زندہ رہنا محال تھا، فرمایا کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن شریف پڑھے اور پڑھائے۔مادرعلمی دیوبند ثانی جامعہ دار العلوم حقانیہ میں شعبہ حفظ (دار القرآن) میں کئی سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، انہیں شعبۂ دار الحفظ کا سربراہ مقرر کردیا گیا تھا اور اس عرصہ میں بہت سے طالب علموں نے آپ سے قرآن پڑھنے اور حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی، تلاوت قرآن بہت خشوع وخضوع کے ساتھ کیا کرتے تھے اس دوران آپ کا دھیان صرف اسی پر ہوتا تھا خصوصاً تلاوت قرآن پاک کے دوران کبھی بھی بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔قاری صاحب بے حد خوش آواز تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو لحنِ داؤدی سے نوازا تھا، جہری قرآت والی نمازوں میں ان کی امامت میں نمازوں کا لطف دوبالا ہوجاتا......

برسوں چراغ لے کے زمانہ اگر پھرے　　　اے عشق ! مل سکیں گے نہ ہم جیسے سر پھرے

کتابوں کا ادب

قرآن کریم کے ساتھ دین کی دیگر کتابوں کا بھی ادب کرتے، باقاعدگی سے ان کو ترتیب دیتے اور صفائی کا اہتمام کرتے، گرمیاں گزرنے کے بعد اپنی ساری کتابیں باہر نکال کر دھوپ میں رکھتے اور اچھی طرح سے جھاڑ پونچھ کر ترتیب سے رکھتے، کتاب رکھنے کے لیے ہمیشہ ''رحل'' استعمال فرماتے، اگر بہت سی کتابیں رکھنی ہوتیں تو صاف ستھرا پاک صاف کپڑا بچھا دیتے اپنی بہت سی کم قیمت کتابوں پر عمدہ سے عمدہ جلد کروائی ہوتی جو یقیناً کتاب سے مہنگی ہوتی، اگر ۱۰۰ روپے کی کتاب ہے تو

جلد پر ۱۵۰، ۲۰۰ روپے تک کا خرچ اُٹھ جاتا، کونے والی، ریگزین کی جلدیں کروا رکھیں تھیں۔ ماہنامہ ''الحق'' اور ماہنامہ ''القاسم'' کا بالاستیعاب مطالعہ فرماتے اور حوصلہ افزائی کے لیے فون کرکے شفقت فرماتے پسندیدہ مضامین پر فراخ دلی سے تبصرہ فرماتے کارکنوں اور مضمون نگار کی تحسین و تبریک میں کوتاہی نہ کرتے اور اپنے قیمتی نصائح ارشاد فرماتے۔

خطیب لاثانی

حضرت قاری صاحب کی شخصیت ایک ہمہ جہت شخصیت تھی جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کے احیاء کا مشاہدہ کیا جاسکتا تھا، ان کا تعلق خطابت، تدریس وتربیت اور تبلیغ واصلاح سے بہ یک وقت ایک جیسا تھا وہ ایک خطیب تھے اور خطابت سنتِ انبیاء ہے تمام انبیائے کرام علیہم السلام خطیب تھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا وآخرت کے سب سے بڑے خطیب تھے آپ ایک بہترین مدرس ومعلم تھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی معلم بنا کر بھیجا گیا آپ ایک بہترین مبلغ ومصلح تھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے سب سے بڑے مبلغ ومصلح تھے غرضیکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان العلماء ورثة الانبیاء ''علماء انبیاء کے وارث ہیں'' کا حضرت قاری صاحب حقیقی مصداق تھے۔ایک خطیب میں جتنی صلاحیتیں ہونی چاہیے قدرت نے اس میں سے حصہ وافر عطا فرمایا تھا اور انہیں قد وقامت، شکل وصورت، قوت وطاقت، شجاعت وبہادری، غیرت وحمیت، رقت وجذبات کا تلاطم، بلندی آواز، خوش گوئی اور خوش الحانی جیسی عظیم صفات سے نوازا تھا آپ کی تقاریر میں شیر کی گرج، شاعر کے احساسات، صوفی وعارف کے اخلاص، دریا کی روانی، پھولوں کی نزاکت اور کیف ووجد کی کیفیات شامل ہوتیں۔

وہ جامعہ حقانیہ سے فارغ ہوئے تو جامعہ ہی میں ان کی تقرری کردی گئی۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ جامع مسجد مولانا عبدالحق میں امامت، باقاعدہ خطبۂ جمعہ کی ذمہ داری بھی انہیں سونپ دی گئی۔ جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے خطبات مرحوم کی خوش بیانیوں کی داستان اُڑ کر صوبہ کے پی کے سمیت ملک بھر کے دینی اجماعات اور علمی ودینی تقریبا اور کانفرنسوں میں عام ہوئی۔مرحوم کی خوش بیانیوں نے علماء طلباء بالخصوص حقانی فضلاء کو مسحور کیا اور خطابت کے حوالے سے بھی متعارف اور ایک منجھے ہوئے خطیب کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔ان کے مواعظ وخطبات میں عجیب اثر تھا، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی نسبت نے انہیں چار چاند لگا دیے تھے۔قرآن پڑھتے تو سامعین وجد میں آجاتے، تقریروں میں کبھی رُلاتے اور کبھی ہنساتے تھے، ان کے سنجیدہ چٹکلے اور ظریفانہ نکتے لوگوں کو

بے حد محظوظ کرتے تھے، ان کی آواز بہت بلند، سریلی اور مؤثر تھی ان کا فن خطابت نہایت دلپذیر تھا، بعض اشعار اس خاص انداز سے پڑھتے تھے کہ سننے والے جھوم جھوم جاتے تھے، ان کے وعظوں سے ہر خیال اور ہر قماش کے لوگ یکساں دلچسپی رکھتے تھے، جاہل، عالم مولوی، مشائخ، نئے پرانے تعلیم یافتہ اور اہل علم بالخصوص دینی مدارس کے طلباء سب لذت اندوز ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ پشاور میں ایک جلسہ کے شرکاء میں ملک کے مشہور و ارباب عمائم ایک طرف اور مشہور تعلیم یافتہ گان تشریف فرما تھے، بظاہر پہلا موقع تھا جس میں دستار بند اور پیٹ پوش ایک جگہ مل کر بیٹھے تھے اور ملک وملت کے درد کا درماں سوچ رہے تھے، جس میں ایک جدید تعلیم یافتہ مقرر کی تقریر کے ایک بے محل فقرہ پر علماء میں برہمی پیدا ہوئی، قاری صاحب مرحوم فوراً کھڑے ہوگئے اور ایسی گفتگو کی کہ سب دُھل گیا، ارشاد فرمایا: یہ پہلا موقع ہے کہ نئے اور پرانے مل رہے ہیں، قدیم و جدید کا جوڑ ہو رہا ہے، ایک دوسرے سے گلے شکوے ہو رہے ہیں، بدگمانیاں ہو رہی ہیں، پھر چند جملوں کے بعد قاری صاحب مرحوم نے حافظ کا یہ شعر اس مزہ سے پڑھا کہ فریقین بے اختیار مسکرا کر رہ گئے ......

للہ الحمد میانِ من و او صلح فتاد
حوریاں رقص کناں نعرۂ مستانہ زدند

ذوقِ ادب

مرحوم وسیع النظر عالمِ دین، بیباک، نڈر خوش بیان خطیب، بذلہ سنج ادیب، پُراثر واعظ، موقع شناس مقرر اور بڑے بڑے بزرگوں کے حلقوں، بالخصوص اپنے حقانی مشائخ سے فیضیات مردِ قلندر تھے۔ ان کو کتابوں کے مطالعہ کا شوق، جدید کتابوں کا عمدہ ذوق، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ کے ادبی ادارتی تحریروں، شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی کے رُشحاتِ قلم، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی تاریخی کاوشوں سمیت اچھے کتب خانوں اور اچھی کتابوں کی تلاش رہتی تھی اور اس حیثیت سے وہ اپنے ہم عصروں میں پورا امتیاز رکھتے تھے۔

جب وفاق المدارس پاکستان کی جانب سے جامعہ حقانیہ میں مولانا مفتی نظام الدین شامزئی اور مولانا عزیز الرحمٰن سواتی سالانہ امتحانات کی نگرانی کے حوالے سے تشریف لاتے تھے تو حقانیہ کے مہمان خانے میں عشاء کے بعد خوب علمی، ادبی اور مطالعاتی نشست لگا کرتی تھی۔ مولانا شامزئی اور مولانا سواتی علم وادب کے بڑے دلدادہ تھے۔ خوب علمی، ادبی چٹکلوں اور منتخب اشعار کے سننے

سنانے سے محفل گرم رہتی۔ حضرت قاری صاحب مرحوم کے لطیف ادبی استعارات سے محظوظ ہوتی وہ دلوں کی دھڑکنیں چھیڑ کر شعر و ادب کے منتخب واردات ان سے نکلوا لیتے تھے۔ حقانیہ کے بلبل ہزار داستان مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی سے فرماتے: فانی صاحب! اپنے باقی رُشحاتِ فکر ونظر سے محفل کو بہار آشنا کر دیجئے، قاری صاحب کی بھرپور داد، حسن سماعت اور ادبی اداؤں سے مجلس کشت زعفران بن جاتی تھی۔ شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی اپنے لنگوٹیا یار اور بے تکلف دوست مولانا سمیع الحق شہیدؒ جامعہ حقانیہ تشریف لاتے، نشستیں ہوتیں تو قاری صاحب مرحوم اپنے علمی کتابی اور ادبی غلبۂ ذوق سے مجلس کو بہار آفرین بنا دیتے۔ حضرت فانی صاحب مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، مولانا ڈاکٹر سیّد شیر علی شاہ صاحب اور خود شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو چھیڑتے، پوچھتے، یا طرح ڈال کر گرہ لگواتے تو علماء، صلحاء، ادباء، اور اولیاء کی علمی اور روحانی صحبتیں، ادبی مجلس میں ڈھل جاتیں اور تنگ دامنی اور کم وقتی کی شکایت رہتی۔ قاری صاحب مذہب کے حوالے سے وسیع المشرب تھے، وہ سب کچھ تھے اور سب کے ساتھ تھے ...... ع با ما شراب خورد و بہ زاہد نماز کرد

علمی اور تحقیقی مسائل میں غلبۂ ذوق کا منظر

دورۂ حدیث کے سال زمانۂ طالب علمی میں بھی بطورِ حضرت قاری صاحب مرحوم آپ اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ محدثِ جلیل علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی ''فیض الباری''، حافظ ابن حجرؒ کی ''فتح الباری''، علامہ عینیؒ کی ''عمدۃ القاری'' اور علامہ قسطلانیؒ کی ''ارشاد الساری'' سے احکام الحدیث اور تخریج الحدیث کے مباحث کا لبِ لباب ازبر کر لیتے تھے اور اپنے معاصرین طلبہ کو سنا دیا کرتے تھے اور استنباطِ مسائل میں ان کا منفرد اور ایک کاص ذوق تھا۔ چنانچہ آپ کی علمی گفتگو میں درسی مذاکروں میں، علمی جواہر کے لٹوانے میں خصوصیت وامتیاز نمایاں تھا۔ ذہین طلباء ان کے اسی امتیازی وصف سے بے حد محظوظ ہوتے تھے اور اپنی یادداشتیوں میں اسے محفوظ رکھتے تھے۔

سلف صالحین کی تصویر

قاری صاحب کا مزاج اور مذاق ابتداء سے علمی، کتابی، مطالعاتی اور خالص دینی تھا، کسی بھی دور میں ان کا قدم اپنے اکابر اور حقانی اساتذۂ کرام کی تعلیمات اور جادۂ مستقیم سے نہ ہٹا۔ عمر کے ساتھ ساتھ یہ رنگ برابر گہرا ہوتا گیا اور آخر میں تو اکابر کے سوانحات وحالات کے گہرے مطالعہ کی برکت اور حقانی مشائخ کے فیض سے ہو بہو سلف صالحین کی تصویر اور سراپا کیف واثر بن گیا تھا۔

خلق عظیم کی عملی تفسیر

احقر کو اُن سے معاصرت بھی تھی، دوستی بھی اور رفاقتِ کار بھی مگر ان کی مجالس میں بیٹھ کر ان کی باتیں سن کر ان کی صورت دیکھ کر ایمان، باطنی کیفیات، اور علمی ولولوں میں تازگی پیدا ہوتی تھی، وہ فطرۃً پاک دل، پاک طینت، سراپا شفقت وانسانیت، سراپا خلق ومروّت، سراپا مہر وجحت اور سراپا جمال تھے۔ طلباء وتلامذہ کے معاون ومددگار دوستوں کے ہمدرد وغمگسار اور بے کسوں کے ہمدرد وغمخوار تھے۔ اجتماعی معاملات میں ضبط وتحمل کے پہاڑ، ایثار وقربانی کے پیکر اور عفو ودرگذر کی تصویر تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی بڑائی بخشی تھی۔ اس لئے مصنوعی اور خودساختہ بڑائی کے پیچھے کبھی نہیں پڑے اور دنیاوی جاہ واقتدار کی ہوس سے ہمیشہ دور اور کبر ونخوت سے نفور رہا۔

نامساعد حالات میں مقصد کی لگن کے ثمرات

مشن کی تکمیل کا جذبہ، ولولہ، دُھن، خلوص وفنائیت بلکہ جنون اور وارفتگی ہو تو قلیل اور عدیم الوسائل ہونے، غربت ونا داری، فقر ودرویشی اور افلاس ومسکنت بھی راہ کی رُکاوٹ نہیں بلکہ مُساعد اور مقصد کی لگن میں معاون بن جاتے ہیں۔ جب علم سے محبت اور علم کے راستوں میں آغازِ سفر تھا موصوف اپنے ذوقِ مطالعہ اور شوقِ کتاب سے مجبور تھے، قلیل ترین بلکہ نہ ہونے کے برابر وسائل بھی استعمال کرکے اپنی خرید کردہ درسی کتب وشروحات کی اعلیٰ جلد بندی کرکے انہیں سنبھالتے، سینے سے لگاتے اور طالبعلمانہ وسعتوں کے مطابق سجاتے رہتے تھے۔ یہی ذوق پروان چڑھا۔ درسِ نظامی کے تمام مراحل طے کرتے کرتے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وہدایت کے مطابق محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی خدمت میں پہنچے اور دورۂ حدیث کی تکمیل سے سرفراز ہوئے اور پھر حضرتؒ کے حینِ حیات دارالعلوم حقانیہ میں خدمتِ علم پر مامور ہوگئے کیونکہ وہ ساقی ہی ایسا ساقی تھا جس کی جس پر بھی نگاہ پڑی وہ کندن بن گیا۔

الغرض! قاری صاحب مرحوم کی طرح درس وتدریس کا محاذ ہو، مدارس کے قیام کی تحریک ہو، جہاد وشہادت کی پیش قدمی ہو، ملکی سیاست اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد ہو، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے نسبی وروحانی ابناء، تلامذہ اور حقانی فضلاء صفِ اوّل میں نظر آئیں گے۔

دومرتبہ بلامقابلہ سینیٹر منتخب ہوئے

ہمیں اس وقت کئی وجوہ سے خوشی ہوئی جب قاری صاحب مرحوم ایک جید عالم، نڈر بیباک،

جری و بہادر اور حق گو عالم دین ، ایوان بالا (سینٹ) میں حق کے نعرۂ مستانہ کے لئے دو مرتبہ بلا مقابلہ کامیاب ہوئے اور غلبۂ اسلام کے لئے میدانِ عمل میں اُترے اور دینی قوتوں اور نفاذِ شریعت کے کارکنوں کا مزہ دوبالا ہوگیا۔علم دین ، درس و تدریس اور دینی مدارس کی نسبتیں مستحکم ہوں تو ایک فقیرِ بے نوا، فاقہ مست درویش بھی سینٹ کے ایوانِ بالا تک پہنچ سکتا اور حکمرانوں کے گریبانوں سے کھیل سکتا ہے

مردِ قلندر درویشِ خدامست کے اثاثے

فقر و مسکنت اور درویشی کا یہ عالم کہ جب کاغذات داخل کرتے وقت افسر نے پوچھا ، مولانا! کاغذات میں آپ نے بینک بیلنس اور اکاؤنٹ نمبر ظاہر نہیں کیا تو مولانا نے کہا میرا اکاؤنٹ نمبر ہے ہی نہیں اور نہ مجھے آج تک بینک میں قدم رکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی ، پھر افسر نے پوچھا کہ مولانا ! کاغذات میں آپ نے اثاثے ظاہر نہیں فرمائے ، آپ کے اثاثے کیا ہیں؟ تو قاری صاحب نے کہا کہ میرے اثاثے ''ایک سائیکل'' ہے (اس پر مجھے لطیفہ یاد آیا کہ'' اسلامی آدابِ زندگی'' کی تالیف کے دوران) قاری صاحب مرحوم نے مجھے بنوں سے فون کیا اور اپنے رائے ظاہر فرمائی مگر باتوں سے اندازہ ہوا کہ سانس پھول رہی ہے ۔ احقر نے پوچھا یہ کیوں ؟ فرمایا سائیکل پر مسجد میں امامت کیلئے جا رہا تھا ، بات یاد آئی تو بریک لگا کر سائیکل کو کھڑا کر دیا اور پی سی او سے فون کرکے آپ سے مشورہ کر رہا ہوں)افسر نے پوچھا ، گھر اور جائیداد کا اندراج بھی آپ نے نہیں کیا ، تو قاری صاحب مرحوم نے مسکرا کر کہا: میرے نام میری ملکیت میں ایک انچ زمین بھی نہیں ہے جس محلے میں خدمتِ دین میں مصروف ہوں انہی لوگوں نے قیام کیلئے گھر کا انتظام بھی کر دیا ہے......

اس غریبی میں بھی چلتے ہیں سر اونچا کرکے
ہم بھی اے دوست کلہدار ہیں اپنے گھر کے

مرکزِ علم' مادرِ علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی نسبت کے حوالے سے' اپنی حقانی برادری کے ایک مخلص فرد' فقیر اور مسکین مدرس ساتھی پھر ذاتی حوالے سے حد درجہ مخلص دوست کو دو مرتبہ بلا مقابلہ کامیاب ہونے کا وہ اعزاز ملا جو وزیر اعظم بھٹو سے لے کر نواز شریف اور شوکت عزیز تک ہزار خواہش و تدبیر کے باوصف حاصل نہ کر سکے ۔ اپنے شیخ و مربی استاذ العلماء محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی یہ زندہ کرامت ہے کہ جو بھی حضرتؒ کے دامنِ رشد وہدایت سے جڑا، اس کو جلد یا بہ دیر علمی عظمتیں' تدریسی رفعتیں' تصنیفی صلاحتیں اور سیادت و قیادت کی عزتیں ملیں ۔

حضرت مولانا قاضی فضل اللہ

قریبی دوست ورفیق وعالم دین کی جدائی

اخبار میں پڑھا کہ ہمارے بھائی اور نہایت ہی قریبی دوست ورفیق وعالم دین محترم مولانا قاری محمد عبداللہ صاحبؒ بقضائے الٰہی انتقال کرگئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اب پسماندگان کے لئے کیا دعا کریں؟ جب غزوہ احد میں حضرت سعد بن معاذؓ کے بھائی حضرت عمرو بن معاذؓ شہید ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس تشریف لارہے تھے تو حضرت سعدؓ کی والدہ کو دیکھ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تعزیت کی اور شہداء احد کے اہل خانہ کیلئے دعا کی اور فرمایا اے ام سعد! آپ کیلئے بھی بشارت ہے اوران شہداء کے اہل خانہ کیلئے بھی کہ انکے شہداء جنت میں جمع ہوچکے ہیں اور انکے اہل خانہ کیلئے انکی سفارش قبول کی گئی ہے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم اس پر خوش ہیں، اس کے بعد ان پر کون روئے گا اور پھر کہا یا رسول اللہ! ان کیلئے دعا کریں جوانہوں نے پیچھے چھوڑا ہے تو آپ نے فرمایا ''اے اللہ! ان کے دلوں کے رنج کا ازالہ کریں ان کی مصیبت کا ان کو اجر دے اور جو پیچھے رہے ہیں ان کا پیچھے رہنا ان کیلئے بہتر بنادے'' تو ہمارے خیال میں یہ تعزیت اوردعائے رسولؐ سب سے بہترین تعزیت اور دعا ہے، ہم مرحوم کیلئے تو دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مغفرت نصیب کرے اور جنت وجوار میں جگہ دے۔ (آمین)

قاری صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے مردانہ وجاہت، مردانہ آواز، مردانہ لب و لہجہ اورمردانہ طبیعت سے نوازا تھا، آپ حق کی بات ڈنکے کی چوٹ پر کرتے تھے، اس میں آپ بلاخوف لومۃ لائم کے مصداق تھے البتہ آپ بولتے تہذیب کے دائرے میں تھے، بیان کے وقت لحن داؤدی میں قرآن کریم کی آیتیں جس انداز سے پڑھتے اس سے اس کا دلی سوز معلوم ہوتا۔ اسلاف امت اوراکابرین دیوبند سے عشق کے حوالے سے آپ فنا فیھم تھے جس انداز سے ایک ایک بزرگ کا نام لیتے ، ہمارے ساتھ تو آپ کا تعلق آپ کے طالب علمی کے زمانے سے تھا، جب آپ دارالعلوم حقانیہ میں ابھی پڑھتے تھے، بعدازاں ایک ساتھ جماعت میں کام کرنے میں شریک اسفار ہوا کرتے تھے۔ بیماری کے باوجود بھی جب میں وطن آجاتا تھا آپ ضرور تشریف لاتے، بعد میں جب بہت بیمار ہوگئے تو آپ سے ٹیلی فون پر بات ہو جاتی، ایسا کبھی کبھار ٹیلی فون کرکے آپ کی مزاج پرسی کرتا ،اس بار والدہ مرحومہ محترمہ کی وفات پر جب وطن آیا تو آپ کے متعلق احباب سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کمزور ہوچکے ہیں، بہرتقدیر موت ایک حتمی قضاء ہے، کل من علیھا فان

مولانا عبدالحکیم اکبری

سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل

اکابرین وعلماء دیوبند کے عقیدت مند

مولانا قاری محمد عبداللہ مرحوم ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور ضلع ڈیرہ غازی خان کے سنگم پر واقع بستی بذدارے میں متولد ہوئے تھے، آپ اپنے علاقے میں حفظ قرآن اور درس نظامی کی ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد متعدد دینی مدارس میں زیر تعلیم رہے، انہوں نے جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، جامعہ اشرفیہ لاہور اور جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی سے دورہ حدیث کیا، آپ نے تجوید وقرات میں سبعہ عشرہ کیا تھا، تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شعبہ حفظ قرآن اور شعبہ تجوید وقرات کا مدرس ونگران مقرر کیا گیا تھا جہاں آپ نے نہایت احسن طریقہ سے یہ فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد آپ کی تقرری بحیثیت مدرس مرکز اسلامی بنوں میں ہوگئی تھی۔

حضرت قاری صاحب بنوں شہر میں ایک معروف جامع مسجد میں جمعۃ المبارک کی خطابت فرماتے تھے۔ ۲۰۰۲ء میں سابق چیف آف نیوی سٹاف خلیل الرحمٰن سینیٹ آف پاکستان منتخب ہوئے تھے مگر اسکے بعد انکو صوبائی گورنر NWFP مقرر کیا گیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے سینیٹ کی سیٹ چھوڑ دی تھی جس پر جمعیت علما اسلام نے مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب کو سینیٹ کا رکن منتخب کرایا تھا۔

حضرت قاری صاحب بڑے صاف گو، جرات منداور دلیر رہنما تھے، مطالعہ کتب کا اعلیٰ ذوق پایا تھا، پاکستان، ہندوستان اور عرب ممالک کے پبلشرز سے ان کے رابطے ہوتے تھے، اس ذوق کے ساتھ ساتھ کتابوں کے بارے میں اپنے ہم ذوق دوستوں کے ساتھ تبادلہ خیالات بھی فرماتے تھے اور انکو کتب ہدیہ میں پیش فرماتے تھے، دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، اکابرین دیوبند وسہارنپور، تبلیغی جماعت، مجلس عالمی تحفظ ختم نبوت کے اکابرین سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے، تاریخ آزادی ہند کی تمام تحاریک کے مراحل کے مطالعہ سے خصوصی دلچسپی تھی، حضرت شیخ الہند، حضرت مدنی، مولانا سیوہاروی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت درخواستیؒ، مولانا مفتی محمودؒ، حضرت خواجہ خان محمدؒ، حضرت مولانا عبدالحقؒ سے خصوصی عقیدت تھی، آپکی ساری زندگی جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے نظریہ، پروگرام اور منشور سے وابستہ رہے اور اپنی وفات تک جمعیت علما اسلام پاکستان کے اہم اور ذمہ دار عہدے پر فائز تھے مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے بڑے اعتماد کا تعلق تھا اور ان کی سیاسی، پارلیمانی اور جماعتی پالیسیوں کے زبردست حامی اور مداح تھے۔

مولانا عرفان الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

مولانا قاری عبداللہ حقانی بنویؒ کا فراق

دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور سابق مدرس، کتابی ذوق کے آئینہ دار، سابق سینٹر حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب طویل علالت کے بعد ۲۵ جنوری ۲۰۲۴ء کو انتقال فرما گئے۔ موصوف ایک عرصہ سے فالج کے مرض میں مبتلاء تھے، تاہم اس موذی مرض کے باوٴجود وہ گاہے گاہے دارالعلوم حقانیہ اور دیگر مدارس میں حاضری کرتے رہتے۔

دارالعلوم حقانیہ میں دارالحفظ والتجوید میں مدرس

احقر بچپن میں جب مادر علمی کے شعبہ دارالحفظ والتجوید میں پڑھتا تھا تو آپ سے شناسائی ہوئی چند ایک روز ان کی کلاس میں پڑھنا بھی ہوا، اسی زمانہ میں آپؒ عصر کو شیخ الحدیث جدی المکرّم مولانا عبدالحقؒ کی مجلس میں شریک بھی ہوتے رہے۔ شام کی نماز قاری صاحب پڑھاتے، دبنگ و بارعب شخصیت کے مالک تھے، قرأت ولب ولہجہ میں بھاری پن سے مالا مال، وجیہہ چہرہ، گھنی لمبی داڑھی جو اس زمانہ میں بالکل کالی تھی، مضبوط وتوانا چوڑائی مائل بدن، عمامہ ہر وقت سر پر رہتا، دوران قیام اکوڑہ خٹک آپ نے اکوڑہ خٹک میں علماء وطلباء کو کتابوں تک رسائی اور اشاعتِ کتب کی خاطر دارالکتب العلمیہ کے نام سے خرید وفروخت کا کتب خانہ قائم کیا، جس سے بعض نادر کتب کی اشاعت بھی شروع فرمائی۔ اس کتب خانہ میں آپ کے ساتھ عمین مکرمین مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور مولانا انوار الحق مدظلہ خاموش شراکت دار تھے تاہم یہ سلسلہ زیادہ عرصہ تک ان سے نہ سنبھالا جاسکا بنابریں کچھ عرصہ بعد اسے جناب ابراہیم صاحب سابق ناظم حقانیہ کے سپرد کر کے چھوڑ دیا۔

دارالعلوم دیوبند، سہارنپور اور اکابرین سے عقیدت

دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، تبلیغی جماعت، عالمی مجلس ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام کے اکابرین سے گہری محبت وعقیدت ان میں رچی بسی ہوئی تھی۔ کتاب ومطالعہ کے گہرے

ذوق کی وجہ سے پاک و ہند و عرب مما لک تک کے اشاعتی اداروں سے روابط رہتے۔ اسی بنا پر نئی اہم موضوعات پر شائع ہونے والی کتب ان تک پہلی فرصت میں آسانی سے پہنچ پاتیں۔ قاری صاحب اسے پڑھ کر اہل ذوق تک اس کی طباعت و اہمیت اور مندرجات کی اطلاع دینے کا بہترین ذریعہ بن گئے تھے۔ زوال علم و مطالعہ کے اس دور میں ان کا وجود اس باب میں بطور خاص ایک نعمت تھی۔

مختصر سوانحی خاکہ

مختصر سوانحی احوال یوں ہیں، اندازاً آپ کی پیدائش ۱۹۵۴ء کو ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور ضلع ڈیرہ غازی خان کے سنگم پر واقع بستی بزدار میں ہوئی، حفظ و درس نظامی کے ابتدائی درجات میں مقامی علماء سے استفادہ کیا، دورۂ حدیث شریف کے لئے پاکستان کے بڑے بڑے دینی اداروں میں کسی کا انتخاب کرنے کے لئے متردد تھے کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک وجیہہ شخصیت مسند حدیث پر بیٹھ کر انہیں دیگر طلباء کے ساتھ درس دے رہے ہیں، سو اس سلسلہ میں وہ کراچی ملتان اور لاہور کے مختلف مدارس کا چکر کاٹ کر حقانیہ پہنچے، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اس وقت دارالحدیث میں درس دینے میں مصروف تھے۔ انہیں دیکھ کر شکر کیا کہ یہی وہ شخصیت تھی جسے انہوں نے خواب میں دیکھا، یہی دورۂ حدیث شریف ۱۴۰۲ھ کو مکمل کی۔

اگلے سال شعبہ حفظ (دارالحفظ والتجوید) میں مدرس کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا، بعد میں انہیں شعبہ درس نظامی میں بھی کتابیں پڑھانے کا موقع دیا گیا، ۱۴۰۶ھ کو دارالعلوم حقانیہ کی تدریس سے علیحدگی اختیار کی، اس کے بعد مرکز اسلامی بنوں میں مولانا سید نصیب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تدریسی لائن سے جڑ گئے، بنوں شہر کی ایک جامع مسجد میں خطابت کا سلسلہ بھی ایک عرصہ تک رہا۔ خیبر پختونخوا میں مجلس عمل کی حکومت کے دوران جمعیت علماء اسلام سے والہانہ عقیدت کی بنا پر انہیں سینٹ آف پاکستان کا ممبر بھی کچھ عرصہ کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ افسوس کہ قاری صاحبؒ کے جنازہ میں شرکت کی خواہش کے باوجود حاضری نہ ہوسکی، ان کے پسماندگان بطور خاص مولانا مفتی امداد اللہ اور مولانا عطاء اللہ تحسینی سے تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو وصاحبزادگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا محمد اسرار مدنی
چیئرمین انٹرنیشنل ریسرچ کونسل

قاری عبداللہ صاحبؒ بھی چل بسے

حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب میرے ان مربیوں میں سے ہیں کہ جنہوں نے مجھے کتاب اور مطالعے سے روشناس کرایا، انگلی سے پکڑ کر سکھایا، طالب علمی کے زمانے میں جب وہ سینیٹر بنے تو ہمارے گھر چارسدہ تشریف لائے۔ انکے بڑے فرزند عطاء اللہ شاہ صاحب کلاس فیلو اور جگری دوست ہیں۔ مجھے انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد سمیت اردو ادب کے اعلی لٹریچر سے متعارف کرایا۔ پشتون معاشرے میں نوجوان فضلا کو علم، کتاب اور مطالعے کی تشویق دلانے والے وہ واحد شخصیت تھے، اب سینکڑوں ادارے اور ہزاروں فضلاء مگر کتاب، مطالعے اور وسعت فکری کا فقدان ہے، قاری صاحب اکابر کے اس قافلے سے تھے جنہوں نے سینکڑوں نوجوانوں کو علم وتحقیق پر لگایا، ان کی حوصلہ افزائی فرمائی، آج میں جو کچھ بھی ہوں اس میں قاری صاحب کا کلیدی کردار رہا ہے۔ آج ان سے وابستہ خوب صورت یادیں ایک فلم کی طرح آنکھوں کے پردے کے سامنے چلنے لگیں، کیا ہی باغ و بہار شخصیت تھے، کتابوں کے عاشق زار تھے، اپنے فقر وتنگدستی کے باوجود کتابوں کا ایک گراں قدر ذخیرہ جمع کر گئے، اس سلسلے میں ان کے واقعات سلف کے علمی ذوق وشوق کی یاد تازہ کرتے ہیں، ان کے صاحبزادے اور ہمارے محبوب دوست اور بھائی مولانا قاری عطا اللہ شاہ نے بتایا کہ انھوں نے زمان طالب علمی میں کتابوں کی خریداری کے لیے روزمرہ استعمال کی ضروری اشیاء تک بیچ ڈالی تھیں، پاک وہند کے علمی حلقوں سے ان کا براہ راست تعلق تھا۔ اسی تعلق کی بنیاد پر وہ تازہ چھپنے والے اہم مجلّات ومصادر فوری حاصل کر لیتے تھے۔

برصغیر کے مذہبی، سیاسی سوانحی ادب پر ان کی نظر غیر معمولی وسیع تھی، جہاں بیٹھتے اکابر اور کتابوں کے ذکر سے مجلس پر چھا جاتے، خردوں پر شفقت اور حوصلہ افزائی میں بھی یکتا تھے، میری کوئی معمولی کاوش ان کی نظر سے گزرتی تو فورا فون کر دیتے اور تعریف وتوصیف کے پل باندھ لیتے۔ جمعیت کے پلیٹ فارم سے سیاست میں بھی متحرک رہے اور پارٹی کے کئی اہم مناصب پر فائز رہنے کیساتھ ساتھ سینیٹ کے رکن بھی رہے۔ الغرض! انہوں نے ایک بھرپور علمی اور سیاسی زندگی گزاری، کچھ عرصے سے وہ کئی عوارض میں مبتلا تھے اور اس وجہ سے ان سے پہلے کی طرح رابطہ نہ تھا البتہ انکے صاحبزادوں سے ان کی خیریت معلوم ہو جاتی، ان کی وفات سے دل پر ایک عجیب سی افسردگی چھا گئی، قحط الرجال کے اس دور میں قاری صاحب جیسے عشاق علم اور شفیق بزرگوں کا اٹھ جانا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ
سابق مدرس جامعہ تحسین القرآن

حضرت والد ماجد قاری محمد عبداللہ صاحبؒ
ایک جامع الصفات ہستی

والد ماجد حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا جس کی بنیاد ان کا اخلاص اور للّٰہیت تھی، آپ ہر کام رضائے الٰہی کے حصول کیلئے کرتے، کسی بھی معاملے میں خدمت اور قربانی کے نتیجے میں نہ صلہ چاہتے اور نہ آرزو رکھتے، تنقید اور تعریف کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ تعریف، خوشامد اور تصنع سے چین بہ جبیں ہوتے۔ ایک موقع پر جمعیت علماء اسلام کے ذیلی شعبہ انصار الاسلام کے ایک ساتھی نے مجھے اپنی خانگی تلخیوں کے بارے میں فریاد کی اور کہا ہم جمعیت کے ساتھ اخلاص کی بنیاد پر وابستہ ہیں لہٰذا معاشی تنگدستی کے پیش نظر ہم قابل رحم ہیں۔ والد ماجد سے اس ساتھی کے متعلق سفارش کی اور میں نے بقول ساتھی کے وہ الفاظ دہرائے ''کہ ہم اخلاص کے ساتھ وابستہ ہیں'' والد ماجد جلال میں آکر فرمانے لگے، اخلاص سے کام کرنے والے کبھی بھی زبان سے اخلاص کا لفظ تک نہیں نکالتے اور فرمایا یہ عجیب اخلاص ہے کام بھی کرتے ہیں اور صلہ کے طلبگار بھی ہیں۔

پوری زندگی میں نے کسی بھی موقع پر والد ماجد سے نہیں سنا کہ ہم نے اتنی قربانیاں دی ہیں، اتنے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں، جیسا کہ آج کل ہر شخص اپنی قربانیاں جتاتے ہیں اور فخر بھی کرتے ہیں کہ اگر ہم نہ ہوتے تو یہ ہوشربا منظر بھی نہ ہوتا اور جب بھی ہم والد ماجد سے نجی زندگی اور کارناموں کے متعلق پوچھتے تو جلال میں آکر فرماتے چھوڑو ان باتوں کو، عجیب بندہ خدا تھا جس طرح ہر کسی سے اپنی خدمات اور کارنامے چھپاتے، اسی طرح اولاد کو بھی بتانے سے گریز کرتے تھے، ایک موقع پر میں نے پوچھا، باباجی! اخلاص کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: تصحیح نیت کے ساتھ رضائے الٰہی کے لئے کام کرنا۔

عاجزی اور سادگی کا منبع

والد ماجد قلندرانہ شان اور درویشانہ مزاج رکھتے تھے، تکلف اور تصنع سے خود بھی پاک تھے اوروں کو ان حالت میں دیکھ کر بار بار سر ہلاتے ہوئے استغفر اللہ کا ورد کرتے اور ظریفانہ مدح بالذم کیا کرتے تھے جس سے حاضرین خوب محظوظ ہوتے تھے۔ کسی محفل یا جلسے میں جہاں کہیں جگہ میسر ہوتی وہیں پر خاک نشین ہوتے، زندگی بھر کسی کو ایسا موقع دیکھنے کو نہ ملا کہ روایتی ستم ظریفی اپنا کر جبراً عزت کی جگہ جاتے ہوئے کسی کو اذیت دی ہو اور نہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ قاری صاحب کو سٹیج پر جگہ یا تقریر نہ ملنے پر شکوہ کیا ہو، اگر کوئی والد صاحب کو پس پشت کرنے کی کوشش کرتا تو والد صاحب انہی لوگوں کو آگے لانے کے لئے بیتاب رہتے، وہ ایک فقیر اور درویش خدامست انسان تھے، اگر کوئی دنیاوی معاملات میں اباجی پر سادگی و نادانی کا گمان کرتے ہوئے فائدہ سمیٹتا تو بابا جی سر اٹھا کر خاموشی میں ڈوب کر مسکراہٹ بکھیرتے ۔ رہن، سہن، لباس اور کھانے پینے میں جو میسر آیا اس پر شکر ادا کیا۔ عیب جوئی تو بہت دور کی بات ہے کیفیت تک کسی نے محسوس نہیں کی۔ عاجزی کا وہ مظہر کبھی نہ بھول پائیں گے کہ جب بھی ہم بہن بھائی سفر سے گھر لوٹتے تو معذوری کی حالت میں اٹھ کر استقبال فرماتے گویا کہ ایک عظیم مہمان کی خاطر مدارات کر رہے ہوں۔ انتہائی تواضع کی خاطر مجلس میں بے لگام اور بے اجازت زبان درازی نہیں کرتے، جگہ جگہ ٹولے بنا کر تاثر بٹھانے کے لئے بے دھڑک گو نہیں تھے، بہت کم مگر خوب بولتے تھے۔ محافل میں بیٹھنے کا انداز تصویروں سے عیاں ہے کہ کس عاجزانہ کیفیت سے بیٹھتے تھے من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ اللہ کا وعدہ حق اور سچ ہے۔

خودداری واستغناء کے تصویر مجسم

خود داری اور استغناء محبوبیت پانے کے لئے زینہ اول ہے، حق بات کرنے کے لئے خود داری قیمتی زیور ہے، والد صاحب استغناء میں عدیم النظیر تھے، استغناء کے سب سے بلند درجے پر فائز تھے اگر استغناء سے آگے ایک اور جہاں ہوتا ان کو بھی سر کر لیتے، مادیت پرستی کے عروج اور اس پرفتن دور میں استغناء اور خود داری کے ایسے ایمان افروز واقعات تاریخ کے سینے پر درج کر لئے جو رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔

محترم جناب اکرم خان درانی صاحب (سابقہ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا) نے فاتحہ خوانی کے موقع پر موجود حضرات کے سامنے والد صاحب کی استغناء کی گواہی دیتے ہوئے کہا کہ وزارت اعلیٰ

کے دوران حضرت قاری صاحب تشریف لائے تھے، ملاقات کے بعد میں قاری صاحب کو تنہائی میں ایک کمرے میں لے گیا اور کہا کہ آپ نے ساری زندگی درویشی میں گزاری، آپ کے بچے ہیں، مکان خستہ حال ہے، کچھ رقم بچا رکھی ہے، نہ سرکاری رقم ہے اور نہ کسی اور چیز کی بلکہ اپنی ذاتی رقم ہے، یہ قبول کر کے اپنے لئے مکان وغیرہ کا انتظام کرلیں۔ جناب درانی صاحب کہنے لگے، میں نے اپنی بات مکمل کی تو قاری صاحب رونے لگے اور کہا کہ درانی صاحب! آج تک اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت سے پالا ہے، وہی اللہ میری اولاد کو بھی پالے گا اور مزید کہا کہ جمعیت کے ساتھ اور آپ کے ساتھ اس لئے نہیں ہوں کہ مجھے پیسے مل جائیں، درانی صاحب! آپ ناراض نہ ہوں میں یہ رقم قبول کرنے سے عاجز ہوں۔ آخر میں درانی صاحب نے کہا کہ میں نے آج تک قاری صاحب کی طرح خود دار اور مخلص شخص نہیں دیکھا، والد ماجد کی خود داری اور استغناء کے متعلق ایک جملے پر اکتفا کرتا ہوں وہ یہ کہ باباجیؒ نے زندگی میں کبھی بھی ہم بہن بھائیوں سے ضرورت کے لئے بھی پیسے نہیں مانگے کہ میں سفر پر جارہا ہوں کچھ پیسے چاہیے، گھر میں سب کو معلوم تھا کہ باباجیؒ کے پاس پیسے نہیں ہے ہم خود دینے کی کوشش کرتے تھے۔

ایثار وقربانی کے عظیم پاسباں

دین کی خدمت میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا کرتے تھے اور ایثار کے باب میں اپنے آپ پر وہ دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ دوسروں کی اولاد کو آگے کرنا اپنے اولاد کو پیچھے کر جانے میں شاید کوئی نظیر پیش کر سکے، آپ کے ایثار کا ایک عجیب وغریب واقعہ جو دل و روح کو تڑپا دیتا ہے، ملاحظہ کیجئے:

ایک طالب علم جامعہ تحسین القرآن نوشہرہ میں داخلہ لینے کے لئے والد صاحب کا سفارش لے کر آیا چونکہ داخلے کا کوٹہ مکمل ہو چکا تھا۔ استاد محترم استاد القراء مولانا قاری محمد عمر علی المدنی نے معذرت کی، والد صاحب نے ٹیلی فون پر رابطہ کر کے حضرت قاری صاحب سے فرمایا، قاری صاحب! داخلہ کا کوٹہ مکمل ہو کر آپ کو مجبور نہیں کرتا، ایسا کرلیں میرے بیٹے امداد اللہ کو نکال دیں اور اس طالب علم کو داخلہ ضرور دیں، میں دل و جان سے آپ کا مشکور رہوں گا، حضرت قاری صاحب نے جواباً کہا، دونوں بچے جامعہ کے طالب علم رہیں گے، ایسے واقعات تو ہر کوئی سنتا اور دیکھتا ہے کہ اپنے بیٹے کی خاطر دوسروں کو نکال کر اپنی اولاد کو جائے زیست پر فائز کرتا مگر شاید آج تک کسی نے یہ نہ سنا ہو کہ دوسروں کی خاطر اپنے بیٹے نکالنے کا اظہار صدق دل سے کیا ہو۔ ساری زندگی اس ایثار

میں گزاردی کہ خود کو پیچھے کرتے رہے اور دوسروں کو آگے کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

متوکلانہ جدوجہد کے علمبردار

اللہ کا یہ محبوب بندہ بہت سے مواقع پر اسباب سے ہٹ کر توکل علی اللہ کرتے ہوئے نکل پڑتے اور اللہ کی طرف سے نصرت کا مشاہدہ بھی کرتے، جب اللہ سے راز و نیاز کا سلسلہ اللہ والوں کا شروع ہوجاتا ہے تو یہ توکل ہے، باباجی کے تمام قریبی دوست اس بات کی تاکید کے ساتھ اظہار کیا کرتے ہیں کہ قاری صاحب بڑے متوکل شخص ہیں، اس سلسلے میں ایک واقعہ مرحوم اجمل خان پبی والے اکثر مجھے سنایا کرتے تھے کہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس کے موقع پر امیرالہندؒ مولانا اسعد مدنیؒ تشریف لائے تھے، والد صاحب کا خاندان حضرت مدنیؒ سے حد درجہ عشق تھا، حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے والد صاحب سے فرمایا کہ پشاور قصہ خوانی بازار جانا ہے۔ روانہ ہوئے، ساتھ اجمل خان مرحوم بھی چلے۔ قالین کے بڑے دوکاندار کے پاس چلے گئے، والد صاحب نے دوکاندار سے کہا کہ فلاں قالین (جو سب سے خوبصورت دیدہ زیب تھا) کی قیمت کیا ہے؟ قیمت بتائی گئی، والد صاحب نے کہا کہ بل بنا کہ دو، اجمل خان مرحوم نے والد صاحب سے کہا کہ قاری صاحب! یہ تو بہت مہنگا ہے، آپ کے پاس پیسے ہیں؟ والد صاحب نے کہا کہ اللہ خیر کرے گا، اجمل خان مرحوم نے کہا یہ کیا کر رہے ہو قاری صاحب؟ اور مجھے یقین تھا کہ قاری صاحب دل اور جیب میں پیسے نہیں رکھتے، اجمل خاں مرحوم مجھے اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے سمجھ نہیں کہ وہ قالین ہم نے کیسے خریدا؟ آج تک حیران ہوں، وہی قالین مولانا اسعد مدنیؒ کی عقیدت و محبت کی نذر کردیا۔

حکمت و دانائی کا چراغ

و من يؤت الحكمة فقد أوتى خيراً كثيراً "جن کو حکمت عطا کی گئی اسے خیر کثیر دیا گیا'' والد ماجد حکمت و دانش مندی کی ایسی عجیب وغریب باتیں کیا کرتے تھے جن سے دل و دماغ کے بجھے ہوئے چراغ روشن ہوجاتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علم جتنی بڑی دولت ہے اتنی ہی زیادہ عقل و حکمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ آج کل بغیر حکمت کے علم کا استعمال کرنے سے مسائل ختم نہیں ہوتے بلکہ گھمبیر ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے والد ماجد کو حکمت و بصیرت سے خوب نوازا تھا، شاید یہ زہد اور تقوی کا اثر مرتبہ تھا کہ مشکل مسائل میں آسانی پیدا کرنا اور اختلاف کو بغیر نزاع کے ختم کرنا انہی کا خاصہ تھا، ایسی حکیمانہ دوا استعمال فرماتے تھے کہ فریقین ناراضگی کی بیماری سے شفایاب ہوجاتے، کسی کی سفارش کراتے تو ایسے کلمات دانائی استعمال فرماتے کہ سفارش رد ہونے کی گنجائش باقی نہیں رہ پاتی۔

درد وسوز کا خاموش مینار

اسلام اور اہل اسلام کے لئے خوب درد رکھتے تھے، دین اسلام کے ہر شعبہ سے وابستہ خدمت کرنے والے حضرات سے رابطہ اور تعلق رکھتے تھے، دعائیں کرتے تھے اور پوچھتے تھے، تبلیغ والوں سے بستی نظام الدین اور میوات کے احوال و تذکرے کیا کرتے تھے، خانقاہ والوں سے ان کے صوفیانہ لطائف چھیڑتے تھے، خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف اور اجمیر شریف سے عقیدت و محبت کے تذکرے آج بھی ہمارے کانوں میں سنائی دیتے ہیں۔ اسلامی سیاسی تحاریک پر جان نثاری تو زندگی بھر محبوب مشغلہ رہا، تحریک شیخ الہندؒ تحریک ریشمی رومال، تحریک ختم نبوتؐ، تحریک مجلس احرار اور مسلمانوں کی آزادی کے لئے اٹھنے والی تمام تحاریک کی بھر پور تائید و تصدیق فرماتے تھے۔ دین کی اشاعت کا مضبوط سلسلہ درس و تدریس سے کم عرصہ جڑے رہے، شاید اللہ کو یہ منظور تھا کہ تدریس والے اس میدان میں زیادہ ہیں، مشکل اور سخت میدانوں کے لئے جس مرد میدان کی ضرورت تھی، اسی میدان کے لئے حضرت والد محترمؒ کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا، بہر حال! اس شعبہ سے وابستہ حضرات کی دلجوئی و حوصلہ افزائی فرماتے تھے، مدرسین کو پڑھانے کا انداز، پڑھانے کا درد و سلیقہ اور معلومات کا ڈھنگ بتاتے تھے، تدریس کو زیب و زینت دینے والی کتب، متون، شروحات اور نادر کتابوں کا بیش بہا خزانہ بتاتے تھے۔

تفسیر، حدیث، تاریخ اسلام اور اسماء الرجال پر خوب عبور رکھتے تھے، ہم تمام بھائی جب بھی والد صاحب کے متعلق تذکرہ کیا کرتے تھے تو یہ جملہ ہر بھائی کی زبان پر رہتا تھا کہ اگر والد ماجد تدریس کی مسند پر قناعت فرما کر جلوہ افروز ہوتے تو پورے پاکستان میں تدریس کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے اور شہرت کے بام عروج پر ہوتے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت والدؒ سے سیاسی میدان، تحریک شیخ الہندؒ میں بطور ایک جانثار سپاہی، مجاہدانہ اور زاہدانہ کردار کا کام لیا، شاید کوئی اور ایسا کردار ادا کر سکے۔

جہاد افغانستان کے مجاہدین کے لئے بہت درد رکھتے، مجھے یاد ہے بچپن کا زمانہ تھا کچھ عرب مجاہدین بنوں میں پناہ گزین تھے، والد صاحب رات کے وقت ان کے پاس روز جایا کرتے تھے اور اپنی بساط کے مطابق خاطر تواضع فرماتے، ایک عرب مجاہد خوبصورت قد و قامت کے مالک اور انتہائی خوبرو انسان تھے ان کا نام ابوحفص تھا جو آج تک مجھے یاد ہے۔ جب آتش جواں تھا تو تبلیغ و دعوت کی محنت سے بھی جڑے رہے اور بنوں تبلیغی مرکز میں ختم قرآن کریم تراویح میں سنایا کرتے تھے اور ہمارے علاقہ کے بہت سارے تبلیغی حضرات یہی کہا کرتے ہیں کہ ہم قاری صاحب کی درد و فکر سے

تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ والد صاحب درد وسوز کا ایک خاموش مینار تھا، مینار خاموش رہتا ہے جب پکارتا ہے تو سب لوگ گردن نہاد ہو کر متوجہ ہوتے ہیں۔ والد صاحب کا دینی درد ایسا تھا جو کبھی قرار نہ پاتا تھا ہر درد کو قرار تو کبھی آ ہی جاتا ہے لیکن اس بندہ خدا کا بے قرار درد ماہی بے آب کی طرح تڑپتا، جب یہ درد سینے سے باہر نکل آتا تھا تو سننے والے یہی چاہت رکھتے کہ قاری صاحب کہتے اور پڑھتے جائیں اور ہم سنتے جائیں، مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر والد صاحب کا درد باہر نہ نکلتا تو ان کا سینہ پھٹ جاتا، یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات اچانک جلال میں آ کر آگ بگولہ ہو جاتے اور پھر فوراً برداً وسلاماً ہو کر متبسم ہو جاتے، جزیرۃ العرب کیلئے ہر وقت فکر مند رہتے کہ جزیرۃ العرب کا کیا ہوگا؟ یہ مقدس زمین تسلط سے کب آزاد ہوگی؟ ہم چھوٹے تھے رات کو کبھی کبھی گڑ گڑاتے اور کبھی ترنم میں اشعار پڑھتے اور کبھی یہ حدیث پڑھتے اخرجوا الیھود والنصاری من جزیرۃالعرب

اور غالباً کسی زمانے میں والد صاحب نے جمعیت علماء اسلام کو یہ تجویز دی تھی کہ عالمی سطح پر ایک کانفرنس ''جزیرۃ العرب'' کے نام سے ہونی چاہیے۔ والد صاحب کے درد کے بارے میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگر والد صاحب شاعر ہوتے تو اسی شعر پر زندگی کا خلاصہ تمام فرماتے......

خنجر چلے کسی پر پڑتے ہم ہیں امیر
سارے جہاں کا درد، ہمارے جگر میں ہے

جرأت واستقامت کے فولادی چٹان

تحریکات کی کامیابی کا ایک اہم عنصر جرأت اور استقامت ہوتی ہے جرأت واستقامت کم ظرفوں کا کام نہیں، وسعت دل والے اور باہمت لوگ اس صفت سے معمور ہوتے ہیں، والد صاحبؒ جرأت و استقامت کے عظیم پہاڑ اور فولادی چٹان تھے، جمعیت کے باب اور حق کے معاملے میں کسی خان، ملک، نواب اور جاگیردار سے کبھی مرعوب نہ ہوئے، جمعیت کے معاملے میں کئی سارے حالات ایسے آئے کہ ان حالات میں خاموشی اور تنہائی میں رہ کر باعث عافیت اور سبب عزت تھی مگر عزت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جڑے رہے، لالچ اور طمع کے سبز وشاداب باغات دکھائے گئے کہ نواسوں تک کی دنیاوی زندگی بدل جاتی، مجال ہے کہ استقامت میں لچک کا معمولی اشارہ بھی دکھائی دیا ہو۔

محبوب سبحانی اور مقبول ربانی

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عمومی محبوبیت عطا کی تھی جس نے ایک بار سنا، دیکھا، وہ گرویدہ ہو گیا،

خدا کسی بندے کو مقبولیت ومحبوبیت اس وقت عطا فرماتے ہیں جب وہ اللہ کا ہو جائے، سب کچھ اللہ کے لئے کر دیں، پھر فرشتے آسمان سے محبت اور مدد کرنے کے لئے اترتے ہیں اور زمین پر اس کے بندے دلوں میں بساتے اور پلکوں پر بٹھاتے ہیں، محفل میں سب کی نگاہیں انکی طرف بے اختیار اٹھتی تھی اور محفل پر اپنی محبوبیت کی چادر ڈھانپ لیتے ۔ ہر کسی کے دل میں مردہ آرزوئیں زندہ ہوتی تھی اور ہر کوئی چاہتا تھا کہ قاری صاحب کچھ ارشادات ولب کشائی فرمائیں یہاں تک کہ ان کے اساتذہ کرام بھی کچھ سننے کی فرمائش کرتے من کان اللّٰہ لہ کا وعدہ سچ ہے ۔

قرآن کریم کا لبیب قاری

قرآن کریم خود مؤثر ترین کتاب ہے، پڑھنے والا شوق اور ذوق کے ساتھ ترتیل کے تمام قواعد کا لحاظ کرتے ہوئے تزکیہ قلب کے ساتھ پڑھا جائے تو یقیناً اس کا لطف اور مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے، والد ماجد کا قرآن کریم سے عشق مثالی تھا، دوسروں سے بھی سننے کے لئے مشتاق ہوتے اور جب خود قرآن پڑھتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا ابھی ابھی قرآن اتر رہا ہے۔آج کے دور کے اکثر قراء حضرات لہجے سیکھنے کے لئے دوسرے قراء حضرات کا انداز اپناتے ہیں لیکن والد صاحب کا لہجہ کسی اور کا اپنایا ہوا نہیں تھا بس وہ ایک درد وسوز تھا جو آواز کی صورت میں سنائی دیتا ۔ والد ماجد نے کچھ عرصہ سعودی عرب میں رہے ، عرب حضرات بھی والد صاحب کی تلاوت کے عاشق تھے اور ان سے کہا کرتے تھے کہ فضيلة المقری محمدعبد الله تفضل وتقرأ التلاوة بالطول اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ والد ماجد کے بہت سے متعلقین واحباب ان کے تلاوت قرآن کی وجہ سے تادم آخر حلقہ بدوش رہے، اگر آج علامہ اقبالؒ زندہ ہوتے اور والد ماجد کی پرسوز تلاوت سنتے تو اپنا یہ شعر والد ماجد کے لئے تحفہ کر دیتے ......

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

فقر میں سخاوت کا سرچشمہ

قرآن کہتا ہے تم نیکی نہیں پا سکتے یہاں تک کہ تم محبوب چیز کو خرچ نہ کر ڈالو، عموماً سخاوت کا تعلق مالداری سے ہے ، یہی وجہ ہے کہ مال والے سے خرچ کرنے کا مطالبہ ہے، فقیر تو دوسرے کا محتاج ہوتا ہے مگر ایک فقیر ایسا بھی گزرا ہے کہ کچھ بھی نہ ہوتا پھر بھی دینے کی ازحد کوشش کرتا تھا۔

والد ماجد کے بھتیجے جب بھی آتے، والد صاحبؒ بہت بیقرار ہوتے گھر میں جو چیز میسر آتی حوالہ کرتے اگرچہ گھر سے دینے کے لئے کچھ بھی نہ ہوتا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک سائیکل والد صاحب کا کل سرمایہ اور کارِضرورت تھی، اس سے بھی دریغ نہیں کیا اور ان کا حوالہ کردیا جس پر ہم بھائی روئے بھی تھے۔ والد صاحبؒ کی کل دنیا اور سارا جہاں صرف کتاب تھی، آپ کا اوڑھنا بچھونا کتاب ہی تھی، اٹھ کر کتاب، بیٹھ کر کتاب، سفر میں کتاب، حضر میں کتاب، موبائل پہ گفتگو تو کتاب، ساری زندگی نئی کتاب آنے کے انتظار میں گزاردی۔

جس چیز سے حددرجے عشق ومحبت ہو اس کو صدقہ اور تحفہ کرنے کے لئے کتنا بڑا دل درکار ہے، یہ اہل ذوق ہی جانتے ہیں، اکثر اہل ذوق کتاب میں بخل کرنے پر فخر کرتے ہیں کہ یہ ایک بہترین کتاب ہے اس کو کیسے صدقہ کروں؟ ان تمام کیفیات کے ہوتے ہوئے والد صاحبؒ کتاب صدقہ کرنے میں حد درجے کے سخی تھے، متعلقین میں سے شاید کوئی بھی ایسا نہ ہو جو والد صاحب کی کتابی سخاوت سے محروم ہو۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کچھ نہ ہو پھر بھی دینے کی کوشش کرتے جو لطف اور مزہ ہے وہ لاکھوں روپیہ دینے میں نہیں آتا۔ اسے کہتے ہیں فقر میں سخاوت کے بے تاج بادشاہ۔

شفیق اور مہرباں مشیر

شفقت اور مہربانی میں نظیر نہیں رکھتے تھے، ہر چھوٹے بڑے کی حد سے زیادہ حوصلہ افزائی فرماتے تھے، کسی کے اندر جو بھی خوبی محسوس کرتے تو خوب تعریف فرماتے، صرف سامنے نہیں بلکہ پس وپست بھی تعریفوں کے پل باندھتے، خصوصاً تحریر، کتاب اور تقریر کے باب میں شفقت اور مہربانی کے دریا بہاتے اور مزید مشوروں سے نوازتے۔ ایک موقع پر جامعہ عثمانیہ پشاور میں دوران تقریب عبدالرشید نامی طالب علم نے عربی لہجے اور عربی زبان میں ایک مقرر کو دعوت دی، باباجی جب بیان کے لئے کھڑے ہوئے پہلے اس طالب علم کو خوب داد دی اور فرمایا اگر آج مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ زندہ ہوتے تو اس طالب علم کو اچھا خاصا انعام دیتے۔ وہی طالب علم مجھے اکثر کہا کرتے تھے کہ آپ کے باباجی کے وہ الفاظ میرے لئے زندگی بھر مشعل راہ رہے۔

انسان کی فطرت ہے کہ اپنی کی ہوئی محنت پر حوصلہ افزائی اور تعریف کا طلب گار ہوتا ہے، حضرت والد صاحب ہر شخص کی اس پیاس کو بجھانے میں سب سے آگے تھے، یہ کیفیات والد صاحب کی وسعت ظرفی اور ان کے سینہ بے کینہ کا راز افشاں کرتا ہے، کسی کو مشورہ دینے میں بخل نہیں کرتے جو چیز اپنے لئے اور بچوں کے لئے پسند کرتے وہی معاملہ دوسروں کے ساتھ بھی کرتے۔ حضرت

والد صاحب کے پاس بہت سارے طلبہ اور علماء اپنے مستقبل کے سنوارنے کے حوالے سے مشورہ کے لئے آتے تھے۔

علماء دیوبند سے والہانہ عشق کے داعی

والد ماجد اسی عشق میں جلتے رہے، پگھلتے رہے، تڑپتے رہے، چلتے رہے اور جی بھر کر بولتے رہے، نہ تھکے، نہ بکے، نہ جھکے۔ان کے اس مشن میں نہ کمی آئی اور نہ بدگمانی اور اکثر دعایوں مانگتے، اے اللہ! ہمیں اہل اللہ کے متعلق بدگمانی سے محفوظ رکھ۔

اس مشن میں انہیں ترجمان علمائے دیوبند کا لقب اور نمونہ اسلاف کا سہرا پہنایا، عشق اس قدر سوار کہ تمام بیٹوں کے نام اکابر کے نام سے معنون، خاندان میں کسی اور کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو والد صاحبؒ اپنی طرف سے ایک نام تجویز کرتے، کوئی بھی مجلس اور محفل اکابرین دیوبند کے تذکرے کے بغیر نہ ہوتی۔ حضرت شیخ الہندؒ کا سوز درد اور بصیرت، حضرت مدنیؒ کی متقیانہ اور عاجزانہ زندگی، مولانا سندھیؒ کا سیاسی سفرنامہ اور مظلومانہ داستان، مفتی کفایت اللہؒ کی فقاہت وصدارت، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کا جوش اور ولولہ، حضرت گیلانیؒ کا عالمانہ اور ادیبانہ قلم، حضرت تھانویؒ کا صوفیانہ جمال، حضرت قاری طیبؒ کی متکلمانہ اور محدثانہ خدمات، مولانا الیاس کاندھلویؒ کا درد و تدبر، حضرت حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کی محدثانہ شان، مولانا یوسف کاندھلویؒ کا حیاۃ الصحابہ، شیخ زکریاؒ کے محبوبانہ نور کے کرشمے، استاد ابوالحسن علی ندویؒ کے مجددانہ کارنامے، ابوالکلام آزادؒ کی ذہانت اور دوراندیشیاں، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ساحرانہ خطیبانہ زمزمے اور رقت آمیز تلاوت کے چرچے، وحید الزمان کیرانویؒ کی کوہ کنی، شورش کاشمیریؒ کے طنطنے، جانباز مرزاؒ، انور صابریؒ اور سید امین گیلانیؒ کے شاعرانہ جذبے، مفتی محمودؒ کی محبوبیت و فقاہت، شیخ سمیع الحق شہیدؒ کے ندویانہ مکتوباتِ مشاہیر اور مولانا فضل الرحمٰن کی سیاسی بصیرت اور مدللانہ گفتگو کے معترف رہے۔اس باب میں والد صاحب ایک لازوال و عجیب داستانِ محبت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند کی تمام شخصیات کے سوانحات کا ایک عظیم ذخیرہ جمع کئے ہوئے ہیں، اکابر سے عشق صرف تسکین ذوق کیلئے نہیں تھا بلکہ ان کی صفات و کردار کو اپناتے ہوئے بہت کچھ جذب کرلیا تھا نیز اکابر اور شخصیات کو خوبصورت اور موثر انداز میں پیش کرنے کا جو ملکہ نصیب تھا شاید کسی اور کو نصیب ہو۔

جمعیت علماء اسلام سے وابستگی اور فنائیت

جمعیت کی محبت روح میں گھر کر گئی تھی، جمعیت کی خدمت اور پیغام رسانی محبوب ترین مشغلہ جس کے لئے دن رات ایک کئے ہوئے تھے۔ نہ جان کی پرواہ نہ اولاد وگھر کی فکر، نہ عہدے کی لالچ، نہ شہرت کی پرواہ، بس ایک ہی دھن سوار کہ چارسو جمعیت کا سماں، کسی سے ملنے کی خواہش جمعیت کی خاطر، کسی کے سب کچھ برداشت کرنا جمعیت کے واسطے، انتخابات میں کوئی رکن شکست سے دوچار تو رکن شکستہ سے زیادہ متاثر گویا کہ قاری صاحبؒ نے خود شکست کھائی ہے، اتنے دلبرداشتہ ہوتے جس کی کوئی حد نہ ہوتی تھی اور فرماتے تھے جمعیت کیوں ہار گئی، کئی راتوں تک بے چین رہتے اور عجیب بات یہ کہ ان شکست خوردہ افراد کے ہاں تسلی دینے کیلئے اس کے گھر پر حاضری دیتے۔

جمعیت کی خاطر ایسے معاملات اور طریقے اپنائے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، مجھے یاد ہے کہ عید کے موقع پر صبح نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد جمعیت کے ذمہ داران کے پاس فرداً فرداً تشریف لے جاتے۔ایک موقع پر میں نے جسارت کرتے ہوئے کہا بابا جی! مناسب تو یہ ہے کہ یہ حضرات پہلے آپ کے پاس حاضر ہوتے اس لئے کہ آپ ضلعی امیر ہیں، جلالی انداز میں فرمایا، بیٹا! تم نہیں سمجھتے، اس حرکت سے جمعیت میں خیر و برکت، اجتماعیت اور محبت کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

درد اور تکلیف کے وہ دن کبھی بھی نہیں بھول پائیں گے، ڈیڑھ سو سالہ خدمات دار العلوم دیوبند کانفرنس سے چند دن پہلے حضرت باباجی کو سینے کی بیماری کی تکلیف اور پھر آپریشن کر دیا گیا، ڈاکٹر صاحب نے چلنے پھرنے پر پابندی لگائی، یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ دلی آرزوں کی کانفرنس ہو اور وہ بھی خدمات دارالعلوم دیوبند کے نام سے اور باباجی آرام سے بیٹھے ہوں، باباجی کو کب قرار آتا تھا، وہ تو تکلیف اور درد کی حالت میں خدمت سے لطف اندوز ہوتے، والد صاحبؒ اس بیماری اور تکلیف کی حالت میں بھی چارپائی پر نہ بیٹھے، لفافہ، بیگ اور پائپ جو آپریشن کے وقت لگایا گیا تھا، اسی لفافے کو اپنے ساتھ اٹھا کر چادر میں چھپا کر چل پڑتے اور پروگرام وغیرہ میں شرکت کرتے، تکلیف اس قدر ہوتی تھی کہ چند قدم جا کر پھر سمیٹتے، پھر اٹھ کر چند قدم چل دیتے پھر درد نے ستایا اور پھر بیٹھ گئے، اس حالت میں جمعیت کا پرچم لہراتے رہے اور پیغام جمعیت پہنچاتے رہے۔اسی سلسلے میں جمعیت کے ساتھ وفاداری، اخلاص اور فنائیت کا ایک اور واقعہ سنیے!

شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب ایبٹ آباد والے نے مجھے ایک موقع پر فرمایا کہ ڈیڑھ سو

سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس کے سلسلے میں حضرت قاری صاحبؒ نے یہ تجویز دی کہ اس عظیم اور روح پرور اجتماع کا پہلا اجلاس ایسی پاک زمین پر ہونا چاہئے جس زمین پر کسی انسان نے معصیت نہ کی ہو، سارے حضرات ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کہ قاری صاحب عجیب بات فرما رہے ہیں، سب نے کہا قاری صاحب! آپ خود اس جگہ کا تعین کیجئے ، قاری صاحب نے فرمایا ایسے جزیرے میں جہاں ہم سے پہلے کوئی نہ گیا ہو، وہاں اجلاس کریں گے، اس عظیم الشان اور تاریخ ساز اجتماع کیلئے پہلا اجلاس جزیرے میں منعقد کیا گیا اور غالبًا اس عظیم کانفرنس کے روح رواں اور تجویز کنندہ والد صاحب ہی تھے۔

ایوانِ بالا کا درویش مہمان

یوں تو ایوان بالا نے بہت سارے مہمانوں کی زیارت کی ہوگی ،مہمان آتے رہیں گے لیکن شاید ان کو قاری صاحب جیسا درویش مہمان کبھی نہ آیا ہو، یہی وجہ ہے کہ ایوان بالا نے ان کو وہ اعزاز بخشا، وہ ضیافت اور پروٹوکول بھی دیا جو تاریخ کا ایک حصہ ہے، ایوان بالا نے بزبانِ حال تمام ممبران سے کہا کہ میرے اس مہمان کا خیال رکھنا خبردار! اس کے مقابلے میں نہ آنا میں چاہتا ہوں کہ میرا یہ مہمان بلا مقابلہ سینیٹر ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایوان بالا نے ان کو یہ اعزاز کیوں دیا اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ میں ایک قانون ساز اور مقدس ادارہ ہوں، میں دنیا بنانے کے واسطے وجود میں نہ آیا ہوں بلکہ قانون بنانے کی غرض سے قیام عمل میں لایا گیا ہوں، میرے جتنے بھی مہمان آتے ہیں وہ میرے رنگینوں اور چمک دمک سے متاثر ہوکر میرے تقدس پہ داغ چھوڑ کر جاتے ہیں اور قاری صاحب جیسے خالی ہاتھ میرے مہمان بنیں اور خالی جیب مجھ سے رخصت ہوئے، اس لئے مجھے اشتیاق تھا کہ دوسری دفعہ بھی میں ان کو مہمان بنا لوں، مہمان بنایا مگر بہت ہی کم عرصہ رہا، بس میں اسی مہمان کو سلام عظمت کرتا ہوں اور ساتھ ہی ایک حسرت بھری صدا لگاتا ہوں۔ ہائے کاش! میرے سارے مہمان مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب سے درس عبرت لیتے۔

ظرافت طبع اور سنجیدگی کا حسین امتزاج

حضرت والد صاحب کھلے دل و دماغ کے مالک تھے، طبیعت میں ظرافت ،خوش مزاج ،خوش خلق اور فیاض نفس کے ساتھ ساتھ حد درجہ سنجیدہ اور باوقار تھے، خشک مزاج قطعاً نہ تھے، مزاح بھی

خوب کیا کرتے تھے مگر مزاح کے لئے بازاری لہجہ اور کذب بیانی کا سہارا نہیں لیتے تھے، جیسے عام طور پر مزاح میں جھوٹ کو اولین درجہ دیا جاتا ہے،ایک ہی مجلس میں مزاح بھی دیدنی اور باعث فرحت دل ودماغ ہوتی اور سنجیدگی، وقار اور متانت بھی قابل دید ہوتی ، مزاح برائے مزاح نہیں کیا کرتے تھے بلکہ حکمت کے اسباق سمجھاتے تھے۔سنجیدگی اور مزاح میں جب توازن برقرار نہیں رہتا آدمی کی شخصیت مجروح ہوکر اس کا وقار جاتا رہتا ہے پھر آدمی کمالات رکھنے کے باوجود بے وقعت ہوکر غیر مستفاد ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے والد صاحبؒ کو سنجیدگی اور مزاح میں توازن اوراعتدال رکھنے کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا،سنجیدگی حکمت ہے،مزاح فطرت ہے،حکمت وفطرت مل کر موثر طاقت بن جاتی ہے۔

حضرت والد صاحب کا مختصر خاکہ اور خلاصہ

چہرہ کتابی جس سے وجاہت اور جمال کے عالمانہ وقار شریفانہ شرمیلا پن سے بردبار پر جوش وقار اور رفیع الصوت جس سے لطافت گرے نہ کہ دل ودماغ پر بار،چلن میں میانہ روی اور یمشون علی الارض ھونا کا مصداق،تخلیقی صلاحیتوں کے اعلیٰ معلم،خیالات وفکر میں بلند پرواز کے مالک درد وسوز اور خون جگر سے کام کرنے والا، بلند ہمت ،حوصلہ مند،صلہ لینے سے بے نیاز کام کرنے اور کام لینے والا جلد باز، اجتماعیت برقرار رکھنے کیلئے اپنی انا قربان کرنے والا،محبت کے معاملے میں دل سے مجبور،اخلاص سے پرنور، ایثار قربانی، عاجزی اور سادگی سے معمور، سفر میں رفیق راحت رساں، حضر میں مشفق ومہرباں، ہرکسی کی ہر خوبی کے معترف،کبھی بھی اپنے من کے ترانے نہیں گائے۔قرآن کریم ایسا پڑھتے کہ مردہ دل بھی واہ واہ کر اٹھے اور زنگ دل کا صفایا کردے، دنیا سے بے رغبتی میں ابوذر غفاریؓ کی یاد دلائے، سب کچھ قربان کرنے میں صدیق اکبرؓ کی جھلک دکھائے، موجودہ کرشماتی جگمگاتی اور کہکشانی چراغوں میں وہ ایک ''پرانے چراغ'' تھے۔خود جلتے رہے اوروں کو جلانے اور چمکانے کے لئے، اگر ہندوستان میں ہوتے تو دار العلوم دیو بند والے انہیں اپنا تاج محل بناتے بالفاظ مختصر اگر تاریخ دارالعلوم دیو بند کو انسانی سانچے میں ڈال دیا جائے تو اس سے مولانا قاری محمد عبد اللہ صاحب بن جائے۔

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں
کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

علم دوست و کتاب شناس شخصیت

یہ حقیقت ہے کہ ایک صاحب مطالعہ انسان کا کتاب سے بڑھ کر کوئی بہترین ہم نشیں نہیں ، کتاب اپنے قاری کیلئے دوست کی حیثیت رکھتی ہے، کتاب ہی کے ذریعے سے زندہ اور مری ہوئی علمی شخصیات و شناوران ادب سے مصاحبت اور ملاقات کا شرف حاصل ہوتا ہے، کتاب ہی کے وسیلے سے متعدد و متنوع افکار ونظریات سے واقفیت حاصل ہوتی ہے، کتاب ایک ایسی نعمت ہے کہ جب اس نعمت کا کسی کو ادراک ہو جائے تو اس کیلئے کتاب پڑھے بغیر زندگی گزارنا دشوار ہوجاتا ہے، یہی اس کے دن رات کا اوڑھنا بچھونا بن جاتا ہے، بیماری کی حالت میں بھی کتاب ہی اس کا علاج ہوتا ہے، رنج و بے چینی اور مشکلات ومصائب میں بھی کتاب اس کی تسلی کا ساماں ہوتی ہے۔

کتاب سے والہانہ عشق ، حد درجہ عقیدت، شوق اور جستجو صرف اور صرف اہلِ ذوق کا ہی خاصہ ہے، پچھلے زمانے میں ایسے متعدد اہلِ علم ودانش گزرے ہیں جن کا کتابوں سے والہانہ تعلق تھا، یہی ان کا اوڑھنا بچھونا اور اسی میں وہ اپنے دن رات بِتاتے تھے، علمی انحطاط کے اس دور میں بھی ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں جن سے علم کی قدردانی اور کتابوں کی قدرومنزلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کتاب و مطالعہ سے جنوں کی حد تک تعلق رکھنے والی شخصیات میں حضرت مولانا قاری محمد عبد اللہ صاحبؒ کا نام نمایاں ہے، آپ کو کتابوں سے بے حد شغف، علمی مجلّات سے بے انتہا دلچسپی تھی، بہترین کتابوں کی جستجو اور تلاش ان کا ہی طرہ امتیاز تھا، علمی مجالس سے انہیں انسیت تھی، ہر محفل میں ان کی گفتگو کا محور صرف اور صرف کتاب یا علمی مجلّہ ہی ہوتا تھا۔ کتابوں اور مصنفین ہی سے ان کی بنتی تھی بلکہ ان کی زندگی کا ہر موڑ کتاب ہی سے عبارت تھی، حتیٰ کہ کتاب سے جڑے لوگوں کی بھی وہ دل وجان سے قدر کرتے تھے، جب راقم نے ''خطبات مشاہیر'' پر کام مکمل کرکے اس کی اشاعت ہوئی تب استادمکرم ومحترم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس کی تقریب رونمائی کا اہتمام کیا اس کیلئے

بطور مہمان خصوصی شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ مدعو تھے تو تقریب سے قبل رات کے وقت ہم سب مولانا شہیدؒ کے ہمراہ بیٹھے تھے تو قاری صاحبؒ نے انتہائی خوشی سے مجھے اور مولانا اسرار مدنی صاحب کو مبارکباد دیتے ہوئے بہت حوصلہ افزائی سے ہمیں نوازا ، کافی دیر تک وہ ہمیں داد تحسین دیتے رہے اور کہا کہ میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے سفارش کرکے کہہ دونگا کہ وہ آپ دونوں کی اس تقریب رونمائی میں دستار بندی کرائیں۔

اسی طرح آپ علمی و تحقیقی مجلّات کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے ، جب ہم نے معہد الصدیق بام خیل صوابی سے مولانا عبد الروف بادشاہ کی زیرنگرانی وسرپرستی میں سہ ماہی مجلّہ ’’الصدیق‘‘ کا اجرا کیا تو وہ مجلّہ قاری صاحب کی خدمت میں ارسال کرتے تھے، شمارہ موصول ہونے پر راقم اور مفتی منفعت احمد صاحب کو فون کرکے داد تحسین سے نوازتے اور تشجیع اور حوصلہ افزائی فرماتے اور سہ ماہی الصدیق کے بارے میں فرماتے کہ اس وقت ماہنامہ معارف اعظم گڑھ کے بعد یہ دوسرا علمی مجلّہ ہے۔ایسے ہی کلمات کہنے سے ان کا مقصد ہمیں آگے بڑھنے کی ہمت دلانا ہوتا تھا ورنہ من آنم کہ من دانم ،اس کے علاوہ آپ مجلّے میں موجود تمام مضمون نگاروں کا فون نمبر لے کر ہر ایک کو فون کرکے ان کو داد تحسین دیتے۔

اسی طرح میری ذمہ داری ’’الحق‘‘ کی نائب ادارت کے ساتھ ساتھ کتابوں پر تبصرہ کرنا بھی ہے، جب بھی میں کسی اچھی اور بہترین کتاب پر ’’الحق‘‘ یا ’’الصدیق‘‘ میں تبصرہ کرتا تو مجھے فون کرکے اس کتاب کے بارے میں پوچھتے کہ یہ کتاب کہاں سے مل سکتی ہیں؟اسی بہانے آپ سے بہت ساری علمی باتوں اور استفادے کا موقع مل جاتا،آپ سے جڑی بہت سی یادیں وابستہ ہیں، آپ کی شخصیت میں تواضع ،انکساری اور اصاغرنوازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ سراپا اخلاق حسنہ کا مجسم پیکر تھے، آپ ایک یادگار اور ایک گمنام ہستی تھیں جو اَب نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور آپ کے جملہ پسماندگان وصاحبزادگان خاص کر مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

کتنے اچھے لوگ تھے کیا رونقیں تھیں ان کے ساتھ
جن کی رخصت نے ہمارا شہر سُونا کردیا

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

مولانا قاری عبداللہ صاحبؒ سے وابستہ یادیں

۲۵ جنوری ۲۰۲۴ء کو دنیائے علم و ادب کا درخشندہ ستارہ حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب بھی ہزاروں معتقدین، مستفیدین اور شاگردوں کو سوگوار چھوڑ کر دار بقا کی جانب کوچ کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) ان کا نماز جنازہ ۲۶ جنوری کو گیارہ بجے بنوں کے سپورٹس کمپلیکس میں ان کے بڑے صاحبزادے مولانا قاری عطاء اللہ شاہ صاحب نے پڑھایا، جنازہ میں اکثریت علماء، طلبا اور جمعیت علمائے اسلام کے کارکنوں کی تھی، جنازہ سے قبل کئی علماء نے قاری صاحب کی کتاب شناسی، علم دوستی اور اکابر سے والہانہ عقیدت ومحبت کے متعلق خطابات فرمائے، مدیر ''الحق'' مولانا راشدالحق سمیع صاحب نے بھی دارالعلوم حقانیہ و ماہنامہ ''الحق'' کی نمائندگی کی۔ راقم نے مولانا عابد مسرور، مولانا قاری فرحان، قاری محبوب اور قاری درویش صاحبان کے ہمراہ جنازے میں شرکت کی۔

قاری صاحب سے بہت ساری یادیں وابستہ ہیں، ان سے پہلی ملاقات جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ میں ہوئی تھی، تب بندہ درجہ رابعہ کا طالبعلم تھا، مغرب کے وقت حضرت قاری صاحب تشریف لائے، حضرت الاستاذ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے ان کا تعارف کروایا اور انہیں خطاب کی دعوت دی، قاری صاحب نے علم کی فضیلت کے موضوع پر سیر حاصل خطاب فرمایا، ذوق مطالعہ کو اجاگر کیا اور آزاد و مدنی کے حوالے دیئے، انہی کے بیان سے متاثر ہوکر بندہ نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب ''پاجا سراغِ زندگی'' خرید لایا اور اسے بار بار مطالعہ کیا، اسکے بعد حضرت قاری صاحب وقفے وقفے سے جامعہ ابوہریرہ تشریف لاتے رہے اور ہم طلبا و خدام اُن سے مستفید ہوتے رہتے، بندہ کو چونکہ حضرت مولانا مطلع الانوارؒ سے رشتہ تلمذ ہے اس وجہ حضرت قاری صاحب نے بارہا ان کے سوانح وافادات کو مرتب کرنے کا فرماتے، ان کے پرزور اصرار کی وجہ سے بندہ نے حضرت شیخؒ کی سوانح حیات مرتب کی مگر اے کاش! کہ ابھی وہ زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی تھی کہ حضرت قاری صاحب رحلت فرما گئے، اسی طرح جب سہ ماہی ''الزیتون'' مردان کا اجراعمل میں لایا گیا تو حضرت قاری صاحب اس کی توصیف فرماتے، ان کے تشجیع اور حوصلہ افزائی کی بدولت اگلا شمارہ مزید بہتر اور معیاری بنانے کی کوشش کی جاتی، بہرحال اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت قاری صاحب کے درجات بلند فرمائے اور تقصیرات سے درگزر فرمائے (آمین)

مولانا انعام الرحمٰن شانگلوی
مدرس و ناظم جامعہ تحسین القرآن نوشہرہ

درویش خدا مست
حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحبؒ

میں اپنے لئے خوش نصیبی اور سعادت سمجھتا ہوں کہ اکابر علما و مشائخ کے ساتھ ایک دہائی سے علمی و روحانی نسبت اور تعلق کا رشتہ قائم ہے جس کی بنا پر اپنی زندگی کے کئی مراحل اور اتار چڑھاؤ کے سلسلے میں ان سے فیض اور مشاورت حاصل رہی ، ان شخصیات میں میرے لئے ایک آئیڈیل شخصیت محترم مولانا قاری عبداللہ حقانیؒ تھے۔

قاری محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میری پہلی ملاقات دارالعلوم حقانیہ میں استادِ محترم شہید ملت شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی دفتر میں ہوئی ، مولانا صاحب مرحوم نے ان کی صفات واخلاق اور شخصیت پر وہاں موجود مہمانوں کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔

دارالعلوم حقانیہ سے فراغت کے بعد جامعہ تحسین القرآن نوشہرہ میں خدمات کے آغاز سے قبل ہی ان کے صاحبزادگان برادرم قاری عطا اللہ شاہ صاحب اور قاری امداد اللہ صاحب کے ساتھ ایک نسبت قائم ہوئی جو تاحال جاری ہے ، جامعہ تحسین القرآن نوشہرہ کی اکثر مجالسِ واجتماعات میں قاری صاحب مرحوم کے خطبات سن کر علمی نسبت اور پختہ ہوئی ۔

حضرت قاری صاحبؒ دم آخر تک جامعہ تحسین القرآن کے سرپرست رہے، ہر سال ملاقات اور علمی مباحث کا شرف حاصل ہوتا رہا، مجھے اکثر پیر صاحب کے نام سے بلاتے اور محبت و شفقت سے پیش آتے ، استادِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی زیرِ نگرانی تصنیف و تالیف کا آغاز کیا تو قاری صاحب انہی کتابوں کا تذکرہ اکثر فرماتے رہتے تھے خصوصاً '' دارالعلوم حقانیہ اور رد قادیانیت'' کے متعلق فرمایا کہ آپ کے لئے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے لئے قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ یہ کاوش ہے، علمائے کرام میں وہ

ترجمان علما دیوبند کے نام سے جانے جاتے تھے۔

مادر علمی دارالعلوم حقانیہ اور خانوادہ حقانی سے ان کی محبت وعقیدت مثالی تھی اور ہمیشہ ان کے ساتھ جڑے رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔

کمال عاشقی ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتا
ہزاروں میں کوئی مجنوں کوئی فرہاد ہوتا ہے

قاری صاحب مرحوم جامع الکمالات شخصیت تھی، وہ موم سے زیادہ نرم بھی تھے اور وقت پر لوہے سے زیادہ سخت بھی، حلقہ یاراں میں ریشم کی طرح نرم بھی اور اغیار میں فولاد کی طرح گرم اور سخت بھی۔ آج وہ ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن ان کا سراپا نگاہوں میں گھوم رہا ہے، ان کی باتیں، ان کا پیغام اور مشن یاد آرہا ہے، لوگ ان کی زندگی، کارنامے، حیات وخدمات کے مختلف گوشوں پر لکھیں گے، قلم اٹھائیں گے اور خامہ فرسائی کریں گے اور یقیناً ایسا کرنا بھی چاہیے کیونکہ ان کی خدمات اور کارنامے ہیں ہی اس قدر کہ ان پر لکھا جائے اور خوب لکھا جائے اور ان کے مشن اور پیغام کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔

قاری صاحب مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرنے کی سب سے بہتر شکل اور صورت یہی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے جانشین اور وارثین سے بھی اسی طرح سے محبت کی جائے اور ان سے خلوص اور محبت کا تعلق قائم رکھا جائے اور ان کے لگائے ہوئے علمی اور عملی گلشن اور گلستان کو باقی اور تروتازہ رکھا جائے، اس کی سب سے بہتر شکل یہ بھی ہے کہ اس خانوادہ کو پہلی ہی جیسی محبت دی جائے، ان سے عقیدت ومحبت کو قائم اور استوار رکھا جائے اور عملی مشن کو جاری ساری رکھنے کے لیے ان کے جانشینوں کی دامے، درمے، قدمے اور سخنے مدد کی جائے تاکہ چراغ سے چراغ جلنے کا عمل، کام اور سلسلہ ہمیشہ کے لیے باقی رہے۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں دہر سے جن کے نشان کبھی

مولانا محمد اورنگ زیب اعوان
ہری پور ہزارہ

زندگی ہے موت کا ساماں تیرے جانے کے بعد

مولانا قاری محمد شعیب عارفی نے فیس بک پہ مختصر سی پوسٹ لگائی کہ بنوں والے قاری محمد عبداللہ صاحب انتقال کر گئے، یکدم دھچکا لگا مگر یقین نہ آیا۔اپنے انتہائی مہربان مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی نے استفسار کیا، انھوں نے اس اندوہناک حادثے کی تصدیق کر دی اور فرمایا قاری صاحب کا کل بروز جمعرات انتقال ہوا اور آج بروز جمعۃ المبارک جنازہ وتدفین ہوئی، آنکھوں میں آنسو اور لبوں پہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مجھ پہ کیا گذری نہ پوچھ تیرے جانے کے بعد
میری دنیا ہو گئی ویراں تیرے جانے کے بعد
ندیم غم آشنا کب تک جیئے گا اس طرح
زندگی ہے موت کا ساماں تیرے جانے کے بعد

قاری محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثال آپ ہی تھے،علماء سے محبت، کتابوں سے عشق، کتابی دنیا سے رابطے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کے محبّ صادق، اپنے شاگردوں اور عقیدت مندوں کے خیرخواہ، پوری دنیا کے اہل علم سے رابطے، سینٹر بننے کے باوجود جن کی وضع قطع اور سادگی میں کوئی فرق نہ آیا، پبلک ٹرانسپورٹ، تانگہ، رکشہ میں سفر کرنے والے۔

جون ۲۰۰۶ء میں ''نوادرات شیرکوٹی'' شائع کی تو بہت خوش ہوئے، دعاؤں سے نوازا، کئی احباب کو اس کی طرف متوجہ کیا، میں اپنے مربی ومحسن شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم سے ملنے جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ حاضر ہوا، انہوں نے قاری عبداللہ صاحب کو اطلاع کر دی کہ اورنگ زیب آیا ہوا ہے، فرمانے لگے میں بھی ابھی پہنچتا ہوں میرے آنے تک اسے جانے نہیں دینا۔تشریف لائے اور اتنی محبت وشفقت سے ملے کہ میں حیران وششدر رہ گیا۔بار بار ''نوادرات شیرکوٹی'' کی تعریف میں تحسینی وتشجیعی جملے ارشاد فرماتے رہے، کھانا ہمارے ساتھ تناول فرمایا۔اکابر

کے تذکروں سے محفل کو سجائے رکھا۔

بھول جانے کا تجھے کیسے تصور کر لوں
میری ہر سانس سے وابستہ ہیں یادیں تیری

مولانا سعید الدین شیرکوٹیؒ کی کتاب ''فن خطابت'' کا بار بار پوچھتے رہے کہ کب شائع کرو گے؟ افسوس کہ اب تک اس کی اشاعت کی کوئی صورت نہ بن سکی۔

مجھے پستیوں کا گلہ نہیں کہ ملی ہیں ان سے بلندیاں
میرے حق میں دونوں مفید ہیں کہ نشیب ہی سے فراز ہے

۲۰۱۴ میں ''مکتوبات حقانی'' شائع کی تو بہت زیادہ خوش ہوئے اور ڈھیروں دعاں سے نوازا، مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم سے تو ان کا خاص دوستانہ اور محبت بھرا تعلق و بے تکلفی تھی، اس لئے ''مکتوبات حقانی'' کی اشاعت پر جتنی مسرت ان کو ہوئی شاید ہی کسی کو ہوئی ہو گی۔ بار بار فون کرتے اور خوشی کا اظہار فرماتے۔ میرے ابتدایئے ''تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی'' کی تو بہت زیادہ تعریف فرمائی۔ مئی ۲۰۱۵ میں ''مولانا محمد حسن امروہوی: ایک تعارف، ایک تجزیہ'' شائع ہوئی تو اس کے کئی نسخے قیمتاً منگوائے۔ بیرون ملک کئی دوستوں کو بھجوائی۔ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو بالاصرار فرمایا کہ جامعہ ابوہریرہ میں اس کی ''تقریب رونمائی'' رکھیں، چنانچہ حقانی صاحب نے مجھ ناچیز کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ''تقریب رونمائی'' کا انعقاد کیا، جس سے قاری صاحب بہت خوش ہوئے۔ اپریل ۲۰۱۵ء میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے ''خطبات مشاہیر'' دس جلدوں میں شائع کی تو پورا سیٹ مجھے بطور تحفہ بھیجا۔ الندوہ لائبریری اسلام آباد میں ایک دفعہ تشریف لائے مجھے دیکھا تو بہت خوش ہوئے، چہرہ تمتما اٹھا، اپنے رفقا کو بار بار میرا تعارف کراتے، یہاں بھی ''نوادرات شیرکوٹی'' کی بہت تعریف فرمائی، ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری مرحوم کے کام کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، ان کی کتابیں منگوا کر دوستوں میں تقسیم کرتے۔

رونق بزم جہاں یونہی رہے گی جالب مگر وہ کچھ اور تھا رنگ جمانے والا

قاری محمد عبداللہ صاحب کی وفات اہل علم کیلئے بہت بڑا صدمہ ہے، ان سے وابستہ یادیں ایک تفصیلی مضمون کی متقاضی ہیں، ان شاء اللہ ضرور لکھوں گا۔ ابھی مولانا جان محمد صاحب سے رابطہ ہوا وہ بھی انتہائی غمزدہ تھے، اللہ تعالیٰ قاری صاحب کی اولاد سمیت تمام پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔

مولانا محمد یاسر عبداللہ

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب کی رحلت

گذشتہ کل مولانا قاری محمد عبد اللہ صاحبؒ (بنوں، خیبر پختونخواہ) کی وفات کا سن کر دل کو دھچکا لگا، پہلے پہل جامعہ میں تخصص فی الفقہ الاسلامی کے دوران کسی سے ان کے کتابی ذوق کے متعلق سنا تو ہم درس ساتھی مولانا حبیب اللہ بنوی کے ذریعے نمبر حاصل کر کے رابطہ کیا تھا، اس پہلی اپنائیت بھری ٹیلی فونک ملاقات سے ربط استوار ہوا، جو وفات سے کچھ عرصہ قبل ان کی علالت تک جاری رہا۔ افسوس کہ بارہ برس مسلسل ان سے رابطہ رہنے کے باوجود زیارت وملاقات نصیب نہ ہوئی، خام خیالی تھی کہ شاید بندہ سے ہی حوصلہ افزائی کا ایسا تعلق رہا ہوگا کہ جب کوئی تحریر پڑھ لیتے تو فون کر کے بہت ہمت افزائی فرماتے لیکن وفات کے بعد متعدد احباب کی تحریروں سے معلوم ہوا کہ سبھی لکھنے والوں کے ساتھ ان کا یہی رویہ تھا، یادش بخیر! ایک بار جامعہ کے تخصص فی علوم الحدیث کے ایک طالب علم کا مضمون، جامعہ کے ترجمان ماہنامہ ''بینات'' میں شائع ہوا تو انہیں پسند آیا، میرے ذریعے اس طالب علم کا نمبر لے کر اسے بھی فون کیا اور حوصلہ افزائی کی، تب اس طالبعلم کی مسرت دیدنی تھی، جامعہ کے اکابر اساتذہ کے علاوہ برادرِ مکرم مولانا عمر انور زید مجدہ سے بھی ان کا محبت آمیز تعلق رہا ہے۔

ایسی بے لوث ہستیاں اب خورد بین سے تلاش کرنے پر بھی کم ہی ملتی ہیں! قاری صاحبؒ، جمعیت علمائے اسلام (ف) کے پلیٹ فارم سے سیاسی میدان میں بھی سرگرم رہے، ایوانِ بالا کا رکن ہونے کے باوجود ان کی سادگی کے واقعات سننے کو ملتے رہے، ان جیسے گزرتی نسل کے لوگ اپنے ساتھ اپنے بلند پایہ اوصاف بھی سمیٹ کر رخصت ہو رہے ہیں اور اب ایسے لوگ خال خال ہی دکھائی دیتے ہیں، جو باقی ہیں ان کی قدردانی کرنی چاہیے، سیاسی میدان سے وابستگی کے باوجود ان کا کتابی ذوق قابلِ رشک تھا، بنوں جیسے دور دراز علاقے کا باسی ہونے کے باوصف وہ پاک وہند کے اربابِ علم وقلم سے گہرا ربط وتعلق رکھتے اور سرحد کے دونوں اطراف میں چھپی نئی کتابوں کے متعلق معلومات بہم رکھتے تھے، ابلاغ کے جدید ذرائع کی بنا پر نئی اشاعتوں کے بارے فوری خبر ملنا کوئی اچنبے کی بات نہیں رہی لیکن حیرت ہوتی تھی کہ ان چیزوں سے دور رہ کر بھی وہ جدید طباعتوں سے کیسے باخبر ہوتے تھے؟ عشق ومحبت بھی عجیب نرالی شے ہے کہ محبوب تک رسائی کرا ہی دیتی ہے، مولانا حبیب اللہ بنوی ان سے ربط کا ذریعہ بنے تھے اور انہی سے انکی وفات کی اطلاع ملی، اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے (آمین)

جناب ثاقب اقبال

علم وعمل، اخلاص وللّٰہیت کے پیکر

اس شخصیت سے شناسائی تو برسوں سے تھی، پر عشق پہلی ملاقات سے تا حال قائم ہے اور وجہ عشق اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتی ہیں ؟ کہ جس شخصیت کی انہماک فی الدین کا عالم تو یہ ہے کہ ان کی جملہ اولاد مرد وزن بہترین خلف ہو کر حفظ قرآن مع التجوید اور علوم شرعیہ سے روشناس ہوتے ہوئے نشر دین میں مصروف عمل ہوں تاہم دنیا سے بے رغبتی کی انتہا یہ ہو کہ سیاست کا بے تاج بادشاہ ہونے، جمعیت علماء اسلام پر تن، من قربان کرنے اور سابقہ سینیٹر ہونے کے ساتھ بھی بوجہ استغنا موصوف کے بام ودار میں بادشاہ وگدا کے لئے قہوہ سے بڑھ کر کوئی توفیق نہ ہو، خستہ حال آشیانہ کوئی عالی شان بنگلہ نہ ہو، مطالعہ سے بڑھ کر کوئی مشغلہ، کتاب سے بڑھ کوئی ہدیہ، سائیکل سے بڑھ کر کوئی گاڑی اور شکر سے بڑھ کر کوئی مکالمہ نہ ہو، تاریخ جس کے گھر کی لونڈی، علمیت جس کی ذاتی جاگیر، سیاست جس کے بائیں ہاتھ کا کھیل، انکساری جس کی تعریف، علماء جس کے مہمان، علمیت جس پہ فدا، تجوید جس پہ قرباں، تدریس جس کا زیور، میری مراد مرحوم حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحبؒ ہے، اللہ تعالیٰ کامل مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے (آمین)

جنہیں اب گردش افلاک پیدا کر نہیں سکتی
کچھ ایسی ہستیاں بھی دفن ہیں گور غریباں میں

☆☆☆

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی
ہائے کیا لوگ تھے جو دام اجل میں آئے

☆☆☆

جس کی سانسوں سے مہکتے تھے در و بام ترے
اے مکاں بول کہاں اب وہ مکیں رہتا ہے

مولانا انعام الحسن
مدرس وناظم جامعہ تحسین القران بنوں

مردقلندر، مرددرویش

عربی زبان کے نامور شاعر متنبّی کے ایک شعر کا مصرع ہے وخیر جلیس فی الزمان کتاب کہ زمانہ میں بہترین ہم نشین کتاب ہے مطالعہ کا ذوق اور شوق ہر زمانہ میں رہا ہے، ہر دور میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں، جنہوں نے کتابوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا، کتابوں سے حد درجہ عقیدت ان کو جمع کرنے کا شوق اپنے ذات کے لئے کتابوں کا خزانہ وسیع سے وسیع تر کرنے کی جستجو اہل ذوق میں نمایاں رہی ہے، ایسے اہل ذوق اکابر میں سے میرے استاد محترم مردقلندر، مرددرویش، انکساری وعجز کا منبع، ولی کامل، شیخ القرأۃ، سیاست کا بے تاج سلطان، فرشتہ صفت انسان جناب حضرت قاری محمد عبداللہ صاحب نوراللہ مرقدہ تھے۔

حضرت جی کا کتابوں سے محبت اور ذوق وشوق کا علم اس حد تک تھا کہ سن ۲۰۱۱ یا ۲۰۱۲ میں حضرت جی کے صاحبزادے مفتی امداد اللہ صاحب کی شادی ہوئی، شادی کے دوسرے روز حضرت قاری صاحب نے مجھے یعنی بندہ انعام الحسن کو کہا کہ انعام جاؤ گھر میں ۹ یا ۱۰ تقریباً گھی کے ٹین اور ۴ بوری چینی پڑی ہوئی ہیں جو اضافی ہیں، اس کو کسی دوکاندار پر فروخت کر کے ان سے پیسے لے لیں، میں نے حکم کی تعمیل کی اور تقریباً ۳۷۵۰۰ ہزار پانچ سو روپے کے لگ بھگ انہیں فروخت کیا، جب میں نے حضرت جی سے کہا کہ حضرت اتنے پیسے ہو گئے ہیں تو آپ بہت خوش ہوا اور فوراً مجھے کہا چلو رکشے والے کو بلاؤ، حضرت جی رکشہ میں بیٹھ کر سیدھا مکتبہ زکریا بنوں سٹی گئے اور وہاں انھوں نے تقریباً باسٹھ ہزار کے لگ بھگ کتب خریدیں، ۳۷ ہزار نقد دیئے اور بقایا پچیس ہزار روپے بعد میں تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کئے۔

اس طرح حضرت جی کی زندگی گزری کہ اگر آپ بیمار بھی ہوتے تو کتاب ہی اس کا علاج ہوتا۔ رنج وبے چینی اور مشکلات ومصائب میں کتاب ہی سے انہیں چین اور تسلی حاصل ہوتا کیونکہ کتاب ہی تو ان کے شب وروز کی دمساز وہمراز بن چکی تھی۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات

۲۱ جنوری بروز اتوار جامعہ کے سالانہ امتحانات کا آغاز ہوا، امتحان تقریباً دس دن جاری رہنے کے بعد وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے جو ۳۰ جنوری ۲۰۲۴ء سے شروع ہو کر ۴ رفروری ۲۰۲۴ء کو اختتام پذیر ہوئے، علاقہ بھر کے مدارس کے سو سے زائد اساتذہ نے وفاق کے زیر اہتمام امتحان کی نگرانی کی، امتحان کے آخری دن حضرت مہتمم صاحب و نائب مہتمم صاحب نے سالانہ تعطیلات کا اعلان کر دیا۔

مدرسہ ہاجرہ للبنات جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تقریب چادر پوشی

گزشتہ کئی سالوں سے الحمدللہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ بنات میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری و ساری ہے، اسی سلسلے میں ۱۰ رفروری ۲۰۲۴ کو مدرسہ ہاجرہ للبنات جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تقریب چادر پوشی کی مختصر اور پروقار تقریب کا انعقاد کیا گیا، طالبات کے والدین کو مہتمم جامعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے اسناد عطاء کی، حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے اختتامی دعا فرمائی۔

جامعہ کے نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ کی خیبر پختونخوا کے وزیر اعلیٰ سے ملاقات

۱۹: فروری: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ نے خیبر پختونخوا کے وزیر اعلیٰ سے ملاقات کی، وفد میں جمعیت علما اسلام (س) کے مرکزی جنرل سیکرٹری مولانا سید محمد یوسف شاہ مدیر اعلی ماہنامہ ''الحق'' مولانا راشد الحق سمیع، جناب عبدالرفیع مفتی ارقم شہزاد، جناب نور حبیب اور راقم (مولانا عبدالحق ثانی) شامل تھے۔ وفد نے علی امین گنڈاپور کیساتھ انکے والد کے انتقال پر تعزیت کی۔

افریقی علما و مشائخ کی دارالعلوم حقانیہ آمد

۲۸ جنوری کو مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں مغربی افریقہ کے علما و مشائخ کا تین رکنی وفد تشریف لایا، جامعہ کے طلبہ نے ان کا دارالعلوم کے دروازے پر استقبال کیا، پھول نچھاور کیے، ہار پہنائے اور نعروں کی

گونج میں مدیر ''الحق'' مولانا راشدالحق صاحب کے دفتر لے گئے، وہاں مہمانوں کی تواضع کی گئی، عصر کے بعد شیخ عیسیٰ گیمبیا کے مذہبی امور کے وزیر و سپریم اسلامی لیڈر نے خطاب کیا، بعدازاں انہیں جامعہ کا دورہ کرایا، مقبرہ حقانیہ بھی تشریف لے گئے جہاں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیداور دیگر مرحومین کے لیے فاتحہ خوانی کی۔

جامعۃ الرشید کراچی میں مجلس مناقشات میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی نمائندگی

مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی نگران تخصص فی الحدیث دارالعلوم حقانیہ نے ۱۳۔۱۴فروری ۲۰۲۴ء کو جامعۃ الرشید کراچی میں حضرت مفتی ابولبابہ شاہ منصورصاحب کی نگرانی میں مجلس مناقشہ کی تقریب میں شرکت کی۔جس کی تفصیلی روداد ان شاء اللہ اگلے شمارے میں شائع کی جائے گی۔

حضرت مہتمم مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات

۲جنوری: قاضی حسین احمد سابق امیر جماعت اسلامی کے فرزند نے شیخ الحدیث حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے جامعہ میں ملاقات کی اورحضرت مدظلہ سے دعائیں لیں۔☆ مدرسہ صدیقیہ ضلع پشاوراور باڑہ گیٹ پشاور کے طلبائے کرام نے شیخ الحدیث حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

۸۔۹ جنوری: جنوبی وزستان ،ضلع سوات ،ضلع صوابی ،ضلع کوہاٹ کے فضلائے کرام اور طلبائے کرام نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی اُن سے دعائیں لیں۔۱۰جنوری: جلوزئی مدرسہ اورمردان کے فضلائے کرام نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی ☆ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فضلائے کرام نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی اوران سے دعائیں لیں اسکے علاوہ کراچی کی تبلیغی جماعت سے آئے ہوئے وفد سے ملاقات کی۔۱۱ جنوری: ضلع سوات،ضلع دیر کے فضلائے کرام نے جامعہ حقانیہ میں شیخ الحدیث حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔۱۲جنوری: ضلع مردان، مالاکنڈ وضلع کرک کے فضلائے کرام نے شیخ الحدیث حضرت مہتمم مدظلہ سے ملاقات کی ☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ نے مولانا عبدالروف باچا صاحب کے معہد الصدیق بام خیل میں دورہ حدیث کے طلباء سے ملاقات کی انہیں اجازت سند حدیث سے نوازا۔۱۳جنوری: انگور اڈا جنوبی وزیرستان وانا کے فضلائے کرام نے حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی اس کے علاوہ جامعہ تعلیم القرآن والتجوید لطیف آباد پشاور کے اساتذہ وطلبائے کرام نے بھی ملاقات کی۔☆ اسی روز حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کے رشتہ دار مولانا عطاء اللہ شاہ حقانی کا عقدنکاح بھی پڑھایا۔۱۴جنوری: ضلع پشاور، چمن،لکی مروت، بلوچستان اور افغانستان سے آئے ہوئے مہمانوں اور فضلائے کرام نے

حضرت مہتمم مدظلہ سے ملاقات کی اور مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔۱۵ جنوری: مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کے مدرسہ جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد میں ختم بخاری شریف میں بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائی۔☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ نے جامعہ کے شعبہ دارالحفظ میں ختم القرآن میں شرکت فرمائی اور طلبائے کرام سے خطاب و دعا فرمائی ۔۱۶ جنوری: شیخ الحدیث حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے تقریب ختم مشکوٰۃ شریف جامعہ ترتیل القرآن بابا کرم شاہ نوشہرہ میں بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائی بعدازاں خطاب کے بعد دعا بھی فرمائی۔۲۱ جنوری: شیخ الحدیث حضرت مہتمم مدظلہ نے جامعہ حقانیہ کے سالانہ امتحانات کی نگرانی فرمائی ۔۲۵ جنوری: مولانا ارشدعلی قریشی صاحب کے جامعہ اشرفیہ پشاور کی ختم بخاری شریف اور سالانہ جلسہ دستار بندی میں بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائی۔

حضرت نائب مہتمم مولانا حامدالحق حقانی صاحب کی مصروفیات

۲۵ جنوری: والدمحترم حضرت مولانا حامدالحق حقانی صاحب مدظلہ امیر جمعیت علماء اسلام (س) و نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی پشاور کی معروف دینی درسگاہ حضرت مولانا اشرف علی قریشیؒ کی یادگار جامعہ اشرفیہ بجوڑی گیٹ پشاور کے سالانہ جلسہ دستار بندی وختم بخاری میں شرکت کی، جامعہ اشرفیہ کے مہتمم اورحضرت مولانا عبدالحقؒ کے نواسے حضرت مولانا ارشدعلی قریشی صاحب میزبان تھے۔

۲۶ جنوری: قاری عبیداللہ صاحب اور ڈاکٹر حافظ انعام اللہ صاحب کے ادارے مدرسہ حفظ القرآن والتجوید شیخ آباد پشاور کی سالانہ تقریب دستار بندی میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔

۲۸ جنوری: شیخ ملتون ٹاؤن مردان میں جمعیت علماء اسلام اور جامعہ حقانیہ کے دیرینہ ساتھی جناب الحاج عزیزالدین مرحوم کے صاحبزادے حاجی فرمان الدین مرحوم کی وفات پر اہلخانہ سے تعزیت کی۔

۲۸ جنوری: اکوڑہ خٹک میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے محبّ کرنل ریٹائرڈ اکرم خان مرحوم کے جنازہ میں شرکت اور خطاب کیا۔۳۱ جنوری: اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد تشریف لے گئے۔۱۰ فروری: جامعہ ریاض العلوم مانکی ضلع صوابی کی سالانہ تقریب دستاربندی میں بطور مہمان خصوصی شرکت۔۱۷ فروری: جمعیت علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے استاذ مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب کے صاحبزادے سید محمد شاہ کی تقریب ولیمہ میں شرکت کی۔۱۹فروری: حضرت نائب مہتمم صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے رکن میاں امیر بادشاہ کی وفات پر چارسدہ سرڈھیری گئے اور جملہ پسماندگان سے تعزیت کی، آپ کے ہمراہ مدیرالحق عم محترم مولانا راشدالحق سمیع بھی تھے۔

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

تعارف وتبصرہ کتب

● **فکر یونس** تالیف: مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی

ضخامت: ۱۶۴ صفحات ناشر: مجلس نشریات اسلام کراچی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ عصر حاضر کے ایک جید عالم دین، ممتاز مدرس، نامور محقق اور علم الحدیث پر عبور رکھنے والے عبقری شخصیت اور جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز قدآور علمی ہستی تھی، آپ کی علمی خدمات اور کارناموں کا ایک جہاں معترف ہے، آپ کی حیات و خدمات، علوم ومعارف اور آرا وافکار پر ایک جید محقق، نامور مصنف حضرت مولانا محمد اکرم ندوی نے قلم اٹھایا اور فکر یونس کے نام سے کتاب لکھ کر مختلف موضوعات پر ان کی آرا وافکار پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''فکر یونس'' میں مصنف موصوف نے حضرت مولانا محمد یونس جونپوری قدس سرہ کے آرا وافکار کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، آپ کے فوائد ونوادر اور خصوصیات علمیہ کو مرتب کر کے منظر عام پر لانے کی سعادت حاصل کی، یہ کتاب آٹھ فصول پر مشتمل ہے جس میں آپ کی حیات زندگی اور مختصر سوانح، ایک مینارہ بحث وتحقیق، حنفی مسلک میں اختلاف روایات، شیخ جونپوری اور علم الحدیث، شیخ جونپوری اور صحیح البخاری، شیخ جونپوری اور فقہ، شیخ جونپوری اور علم کلام، شیخ جونپوری اور تصوف جیسے عنوانات قابل ذکر ہے، اپنے موضوع پر مولانا محمد اکرم ندوی کی یہ کاوش قابل تحسین اور لائق داد ہے اہل علم کے استفادے کیلئے یہ ایک قیمتی سوغات ہے۔

● **ملفوظات ندوی** تالیف: مولانا ضیاء الحق عبدالواحد

ضخامت ۱۹۲ صفحات ناشر: مجلس نشریات اسلام کراچی

برصغیر پاک وہند کے نامور عبقری شخصیت اور نابغہ روزگار ہستی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ محتاج تعارف نہیں، آپ علم و دانش، اوصاف وکمالات کی حامل ہستی تھی، آپ کے افکار ونظریات، علوم ومعارف سے عرب وعجم یکساں طور پر مستفید ہوئے اور تاہنوز مستفید ہو رہے ہیں، برصغیر میں سیکولر فکر کے مقابل میں جو اسلامی فکر وجود میں آئی اس میں مولانا ندوی ایک معتدل

فکر کی حامل مفکر تھے، آپ کی فکر جامعیت اور اعتدال سے متصف تھی، آپ کی فکر میں مغرب سے مرعوب جدید انسان کی بیماریوں کا علاج ہے ، اس میں سوز و گداز، بصیرت و معرفت کا ساماں ہے، آپ کے علوم و معارف، افکار ونظریات، مشاہدات و تاثرات، حیات و خدمات پر اہل علم وقلم نے متعدد کتابیں و مقالات لکھیں ہیں، بعض اہل علم وقلم نے ان کے افکار کو مختلف مجموعوں میں مرتب کیا ہے، اس سلسلے کی ایک حسین کڑی مولانا ضیاء الحق عبدالواحد کا مرتب کردہ مجموعہ بھی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''ملفوظات ندوی'' میں مؤلف موصوف نے مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی کتابوں بکھرے علمی و ادبی، روحانی وعملی جواہر پارے مرتب کر کے ایک مجموعہ تیار کیا ہے، ندوی صاحب کی کتابیں علم و ادب، علوم و معارف، اسرار و رموز، حکمت و دانائی، افکار ونظریات، آرا و تاثرات، مطالعات و مشاہدات کا ایک بحر بے کراں ہیں، جس میں ندوی صاحب کے شعور و آگہی، فکر ونظر، درد دل، سوز جگر، حیات مستعار کا دستور اور قلب ونظر کو جلا بخشنے والی کیفیات و احساسات شامل ہیں مولانا ضیا الحق عبدالواحد صاحب نے سب شہ پارے نہایت سلیقے سے مرتب کئے ہیں یہ فکر ندویؒ پر مشتمل کتابی ذخیرے میں ایک مفید اضافہ ہے، یہ مجموعہ خواص اور عامۃ الناس کیلئے مشعل راہ اور ایک انمول تحفہ ہے۔

● حیات طیبہ من اجتناب السیئۃ تالیف: قاری عبدالجبار مجاہد

ضخامت ۱۹۷ صفحات ناشر: مکتبہ امام اہلسنت گوجرانوالہ 03066426001

امت کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر ونواہی پر کاربند رہے، اللہ تعالیٰ نے جن امور کا حکم دیا ہے اس کی ادائیگی امت کے ہر مسلم فرد پر لازم ہے اور جن امور سے منع کیا ہے اس سے اجتناب بھی لازمی ہے، ان سارے اوامر و نہی کی تفصیل قرآن و حدیث اور دیگر کتابوں میں موجود ہے، قاری عبدالجبار مجاہد صاحب، ایک صاحب مطالعہ شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی ان کی کافی دلچسپی ہے، آپ تعلیم و تربیت، عقیدہ وعمل کی اصلاح کی فکر سے سرشار ہیں، بچوں کی تعلیم و تربیت کے شعبے سے بھی وابستہ ہیں، بچوں کے اعمال و اخلاق پر ان کا خصوصی نظر ہے، اس حوالے سے انہوں اپنے حاصل مطالعہ سے کچھ بکھرے مواد (جو نصائح و واقعات پر مشتمل ہیں) کو یکجا کر کتابی صورت میں جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب حیات طیبہ من اجتناب السیئۃ میں موصوف نے تعلق مع اللہ، محبت رسول، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، علم وعمل، گمراہ کن عقائد ونظریات سے بچاؤ وغیرہ کے متعلق اہل علم وقلم کی کتابوں میں موجود نصائح اور اقوال کو یکجا کر کے نہایت سلیقے سے مرتب کیا ہے، یہ مجموعہ خواص، عامۃ الناس اور بچوں کیلئے یکساں مفید اور نافع ہے، اللہ تعالیٰ قاری صاحب کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے (آمین)